اللہ اکبر

اسیر مالٹا کا پیغام

(۱)

اسیر کراچی

ضرت مولانا حسین احمد صاحب مہاجر مدنی خلیفہ خاص

رت شیخ الہند مولینا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ کی

مشہور تقریر سیوہارہ اور دہلی

مرتبہ

نشی مشتاق احمد صاحب ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ میرٹھ

زیر نگرانی عبد القدیر عفی عنہ

غنی المطابع دہلی میں چھپکر شائع ہوا

قیمت ۰/

اللہ اکبر

اسیرِ مالٹا کا پیغام

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مہاجر مدنی خلیفہ خاص حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ دیوبندی۔ وہ بزرگ ہیں جو تکمیل علوم کے بعد علائق دنیا سے علیحدہ ہو کر مدینہ منورہ کو ہجرت فرما گئے تھے اور مسجد نبوی میں درس حدیث شریف دیتے تھے۔ شریف مکہ کی استبداد پسند حکومت نے برٹش گورنمنٹ کی خواہش پر مولانا کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ہمراہ مدینہ منورہ میں گرفتار کیا اور مالٹا میں برٹش گورنمنٹ نے قید میں رکھا۔ پانچسال کی نظر بندی کے بعد مولانا حضرت شیخ الہند کے ہمراہ ہندوستان میں تشریف لائے۔

مولانا کا علم و فضل۔ زہد اتقا اور ورد اسلامی ایسی چیزیں ہیں جن کے مقابلہ میں ہندوستان میں صرف چند ہستیاں نظیر میں پیش کیجا سکتی ہیں۔ رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب مولانا کو اپنا آقا فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا ہی وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے فخر قوم رئیس الاحرار مولانا محمد علی کی صدارت میں کراچی کا مشہور رزولیوشن پیش کیا۔ اور اظہار حق کی وجہ سے گورنمنٹ ہند نے حضرت مولانا کو گرفتار کر کے کراچی میں مقدمہ چلایا۔ مولانا کی یہ دو تقریریں خاص پیش کیجاتی ہیں جس سے مولانا کی واقفیت اور بتائے ہوئے کاموں سے امید ہے کہ ناظرین فائدہ اُٹھا دیں مولانا کی ایک تقریر جلسہ جمعیۃ العلماء صوبہ بنگالہ کی اور ہے۔ لیکن افسوس کہ ابھی تک پوری نہیں مل سکی۔ امید ہے کہ انشاء اللہ آیندہ اُس کو بھی پیش کیا جاوے گا

خادم خلافت

مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت

پتہ: کوٹلہ شہر میرٹھ۔ ۹ر صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

تقریر جلسہ دہلی ۲۳ راگست ۱۹۲۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نومن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سئیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشہد ان سیدنا و مولانا محمداً عبدہ و رسولہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ وسلم۔

بزرگان قوم، جانشینان حضرت فخر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپ حضرات کا مجھ جیسے گمنام و ہیچمدان ادنیٰ طالب علم کو اس شرف صدارت سے معزز و ممتاز فرمانا ایک ایسا گرانمایا انعام اور عزیز القدر احسان ہے جو کہ آپ بزرگوں کی ذرہ نوازی و بندہ پروری کی دنیا سے وجود میں فقط بے نظیر فیاضی کی روشن دلیل اور اقوی محبت ہی نہیں بلکہ اسکی وجہ سے مجھ ضعیف العقل کے سر پر اسقدر عظیم الشان کوہ ہائے تشکر و اعتراف نعمت کا بوجھ رکھا گیا ہے جس سے سبکدوش ہونا میرے احاطہ قدرت سے باہر ہے۔ میں جس قدر بھی آپ حضرات کی مدح سرائی اور شکر گذاری اس مقام پر بجالاؤں وہ درحقیقت اس انعام کے مقابلہ میں جزء لایتجزی کی بھی نسبت نہیں رکھتی۔

اس کے ساتھ ہی میں ایک ایسی ذمہ داری کو محسوس کر رہا ہوں جو زمانہ حال کی سیاہ و تاریک گھٹاؤں اور تیز و تند المناک آندھیوں اور فلک کی ناگفتہ بہ پیچدار گردشوں کے وقت میں بہت زیادہ وحشتناک اور اندوہ خیز ہے۔

میری ضعیف العقلی اور قلت علمی کبھی اس بڑی ذمہ داری سے مجھکو سبکدوش نہیں کر سکتی۔ جبتک کہ آپ بزرگوں کی اعانت اور توجہ میری رفیق و ہمدم نہ بنے۔

میں نہایت ادب سے آپ لوگوں کی خدمت میں ملتجی ہوں کہ میرے دردمند قلب اور المزوہ دماغ کے مضامین پر اگرچہ پراگندہ ہوں توجہ فرمائیں اور شیوۂ کرام انظر الی ماقال کو اختیار فرماتے ہوئے لا تنظر الی من قال کو کام میں لائیں۔ الفاظ کی سخافت، بیان کی رکاکت، کلام کی ناموزونیت وغیرہ پر ہرگز نہ جائیں کہ میں اس میدان کا مرد نہیں۔ پھر اگر کوئی مضمون میں غلطی یا فروگذاشت ہو تو اس پر ستر جمیل کا پردہ ڈالتے ہوئے اپنے کرم و فضل کا ثبوت دیں۔ اگر آپ نظر غور و فکر سے کام لیں گے تو انشاء اللہ العزیز محسوس فرمائیں گے کہ غلط فہمی اور قصور عقل سے منزہ ہونے کا میرا دعوے اگرچہ صحیح نہ ہو مگر اخلاص اور سچی خیر خواہی اسلام اور ہمدردی قوم کا ادعا کسی طرح غلط نہیں۔

رہنمایانِ قوم! اگر ارشاد حضرت سرور کائنات علیہ السلام العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما وانما ورثوا العلم الخ صحیح و ثابت ہے اور بیشک صحیح اور ثابت ہے۔ تو جس طرح روز روشن کی طرح اس سے علماء کا شرف کلی اور جملہ اُمت میں افضل ہونا ثابت ہوتا ہوا اعلیٰ درجہ کے ثواب و انعام کا وعدہ تو یہ اس مقدس جماعت کے لئے ظاہر ہو رہا ہے اسی طرح یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ ان مقدس جانشینوں کیلئے مصائب و تکالیف بھی دنیا میں بہت زیادہ ہونگے۔ ان اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل (سب سے سخت امتحان اور مشقت انبیاء کے لئے ہے پھر ان سے درجہ بدرجہ قریب ہونے والوں کیلئے) اسکے لئے شاہد صادق ہے۔ بلکہ جانشینان افضل الرسل سخت تر مصائب کے مورد ہونیکے مستحق ہونگے۔ لقد اخفت فی اللہ وما یخاف احد ولقد اوذیت فی اللہ وما یوذی احد (مجھ کو اللہ کے راستہ میں جس قدر ڈرایا گیا کسی کو اس قدر ڈرایا نہیں گیا۔ اور جس قدر مجھکو اللہ کے راستہ میں تکلیف دیگئی کسی کو نہیں دی گئی) تمام پیغمبروں سے زیادہ ہمارے آقائے نامدار علیہ السلام کے تکالیف برداشت کرنے پر دلالت کر رہی ہے۔ پھر اس وراثت میں سے حصہ کیونکر نہ ملیگا۔

جس طرح ان مقدس ہستیوں نے کلمۂ اسلام کی فتح وظفر اور اُمت کی خیر خواہی کے لیئے اپنی راحت و آسایش کو خیرباد کہتے ہوئے نہایت استقلال کے ساتھ ہر قسم کی اذیتیں سہیں اور سخت سے سخت تکالیفیں اُٹھائیں۔ اسی طرح ان کے وارثوں کا بھی فرض ہوگا

جس طرح ان خداوندی پیاروں نے حق گوئی اور صداقت میں کسی ملامت کرنیوالے کی پروا نہ کی، اور نہ کسی ظالم کی قوت دبدبہ اسکی جور و تعدی کو خیال میں لائے اسیطرح علماء امت کا بھی منصب ہوگا کہ سوائے خدائے قدوس کسی سے نہ ڈریں اور نہ کسی کی ملامت و اطماع کا خیال کریں۔ مالی وللدنیا انما کراکب استظل تحت شجرۃ ثم راح ترکھا (مجھ میں اور دنیا میں کیا مناسبت اور تعلق ہے۔ میں تو اس سوار کی مانند ہوں جس نے درخت کی چھاؤں سے قدرے نفع اٹھا کر کوچ کر دیا) کا سماں ہونا چاہیئے۔

حضرات! اگر قول نبوی ان الناس اذا راء والظالم فلم یاخذوا علی یدیہ اوشک ان یعمھم اللہ بعقاب (لوگ جبکہ کسی ظالم کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں اور پھر اسکے ہاتھ کو نہ پکڑیں تو اللہ تعالیٰ اپنے عقاب کو سب پر نازل کریگا) تمام مسلمانوں پر ظالموں کے روکنے کی فرضیت ثابت کر رہا ہے تو علماء جن کا اصلی وظیفہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر (چاہیئے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو بھلائی کی طرف لوگوں کو بلاتے۔ اچھی باتوں کا امر کرے اور بُری باتوں سے منع کرے) ہے بدرجہ اولی اس کے مستحق ہوں گے۔

حضرات علماء دین! اگر شریعت مصطفویہ کا سیاست کو مثل دیانت حاوی ہونا آنجناب امت کی سیاسی رہبری کو واجب کر رہا ہے تو نص نبوی علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں) بمعیت حدیث کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی الحدیث (بنی اسرائیل

کی سیاسی محافظت انبیاء کرتے تھے۔ جب ایک نبی وفات پا جاتا تھا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا تھا) روز روشن کی طرح دکھلا رہی ہے کہ علماء اسلام کا فرض منصبی یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی سیاسیات میں پوری رہبری اور اعانت کریں۔ بغیر اس کے ان کا ذمہ بری نہیں ہو سکتا۔

میرے مقدس پیشواؤ آج اسلام پر نہایت ہولناک وقت گزر رہا ہے انکی سیاست اور دیانت، مادی اور اخلاقی قوت، شخصی اور اجتماعی شوکت، نیست و نابود کیجا رہی ہو۔

عیسائیت اگرچہ ابتدائے اسلام سے ملت اسلامی کی دشمن رہی ہے مگر اس نے قرون وسطیٰ میں جو وحشیانہ اور درندانہ مظالم اسلام پر کئے تھے ان کو دیکھکر آسمان کے رونگٹے اسی وقت کھڑے ہو گئے تھے۔ اندلس کے کھنڈر، غرناطہ کی ٹوٹی ہوئی دیواریں، قرطبہ کے اُجڑے ہوئے مکانات، اسپین کی بڑی تاریخیں، سیسلیا کے مستحکم قلعے، مالٹا کے اسلامی کھوپریوں سے بنے ہوئے گرجے، ابتک ان اسلامی بھیڑیوں اور مسیحی وحشیوں کے کارناموں کو یاد دلاتے اور ان کی سیاہ کاری اور بدترین اعمال کی شہادت دے رہے ہیں۔ ادھر صلیبیوں کی وہ جفاکاریاں جو ایشیائے کوچک اور جمہوریہ کے مغربی حصہ پر فلسطین اور مصر تک برابر ایک صدی یا اس سے زائد زمانہ تک جاری رہیں اس قوم کی سنگدلی اور بیدردی پر نہایت ظاہر مگر تاریک روشنی ڈال رہی ہیں۔

اس زمانہ میں جو جو سیاہ رویاں ان گورے یوروپین مسیحیوں سے ظہور میں آئیں ان کے مورد لعن کوئی خاص ملک یا قوم نہ تھی، بلکہ تمام مسیحی دُنیا نے قیامت تک کے لئے اپنے اعمالنامے خراب اور تاریخیں بدنما کر لیں۔

اِسلام نے جب اسکے بعد پلٹی کھائی اور پھر شوکت محمدی کا آفتاب مشرق سے نکلکر اپنی چمکدار و زندہ روشنی سے مغربی ممالک پر پرتو افگن ہوا، اس کے ضعیف جسم نے تنومندی اور قوت پکڑی، اس کے سموم زدہ کھیتوں میں سبزہ زاری لہلہانے لگی، اس کے

خزاں زدہ باغوں میں خوشنما بہار نمودار ہوئی، تو ان مسیحی درندوں نے اپنے گذشتہ کارناموں پر نقرہ بپ اور اپنے اسلاف پر لعنت کی بارشیں برسانی شروع کیں۔ تہذیب اور تمدن کی جھوٹی لاف وگزاف مارتے ہوئے قرون وسطیٰ کے عیسائیوں کی نکتہ چینی اور سیاہ کاری میں اوراق کے اوراق سیاہ کر ڈالے۔ ادھر سلطان صلاح الدین مرحوم اور سلطان محمد فاتح مرحوم وغیرہ پادشاہان اسلام کی عدالت اور انصاف گستری میں تاریخوں کے صفحات بھرے ہوئے اپنے قوانین وقواعد کا نہایت غیر جانبدارانہ اور بے تعصبانہ طریقہ پر موضوع ہونا ظاہر کیا۔ کہیں یہ دعوےٰ ہے کہ ہم کو مذہبی جنون اور تعصب سے سخت نفرت ہے۔ ہم مذاہب کی آزادی کے خواہاں ہیں اور اس میں مداخلت کے سخت مخالف ہیں۔ کہیں یہ لن ترانی ہے کہ ہم عالم انسانی کی خدمت اور تمام دنیا کی اصلاح اور خوشحالی کے کفیل اور ضامن ہیں۔ کہیں یہ منتر ہے کہ ہم ملک گیری اور غلامی کو دنیا سے مٹا کر ترقی اقوام اور آزادی بنی آدم کے اعلیٰ درجہ کے ممد اور معاون ہیں۔ کہیں یہ جادو ہے کہ ہم نشر علوم ومعارف کے حامی، صنعتی اور حرفتی تجارتی اور زراعتی ترقی کے اعلیٰ درجہ کے ساعی ہیں۔ کہیں یہ آواز ہے کہ ہم عدل گستری اور انصاف پرستی کے تمام دنیا میں ایک اکیلے شیدائی ہیں۔ غرضکہ طرح طرح کے جال پھیلا کر بنی نوع انسانی کو دھوکھا دیتے رہے۔

گربہ مسکین اور بگلا بھگت نے جب اپنے شکار پر پورا قابو پالیا تو وہ ہاتھ پیر پھیلائے جس نے اگلے پچھلے تمام مظالم اور شناعات کو بھلا دیا۔

حالی مصائب کے سامنے گذشتہ مظالم کی کہانیاں بے حقیقت معلوم ہونے لگیں وہ جفائیں زمانہ سابق میں اگر تلوار سے بھی جاتی تھیں تو احوال حاضرہ کے سامنے کوڑے کی بھی حقیقت نہیں رکھتیں۔ وہ سیاہ کاریاں اگر اس زمانہ میں دوزخ شمار ہوتی تھیں تو آج کل کی خونخواریوں کے سامنے چنگاری کی بھی وقعت نہیں رکھتیں۔

اسلامی دُنیا پر وہ پہاڑ ڈھائے گئے کہ خود عیسوی دُنیا چیخ اُٹھی۔ بطور مشتے نمونہ از خروارے کچھ عرض کرتا ہوں۔ اُنیسویں صدی کا آنا کیا ہوا کہ اسلام پر یوروپ نے ہر طرف سے قیامت برپا کردی۔ ۱۸۰۷ء میں انگریزی جہازوں نے ناگاہ گیلی پولی کے بیڑہ پر حملہ کرکے ڈبو دیا۔

۱۸۲۱ء میں یوروپ نے یونان کو ترکوں سے بغاوت پر ورغلایا۔ اسکندر البلانٹی بغاوت کے علم بردار تھے۔ جنھوں نے روسی مدد کا پورا یقین یونان کو دلایا تھا۔ جن کے الفاظ یہ ہیں "تم (یونانیوں) ترکوں سے ڈرو نہیں۔ کیونکہ ایک بڑی سلطنت تمہاری پشت پناہ ہے اور دشمنوں کی سرکوبی کے لئے موجود ہے"

مشہور انگریزی شاعر لارڈ بیرن نے گاؤں گاؤں گشت لگاکر ایجی ٹیشن پھیلایا اور تمام یوروپ میں آگ لگادی۔ چنانچہ اپنے ایک قصیدہ میں یونان کو مخاطب کرکے کہتا ہے۔

یونان! اے زندہ یونان! جسکی روح مرچکی ہے! اے یونان جس کی عزت و شہرت خاک میں مل چکی ہے، مگر صفحات تاریخ میں وہ زریں حروف میں لکھی ہوئی ہے۔ اے یونان تیری مدفون سلطنت کو کون زندہ کریگا۔ تیری شمشیر آبدار کو کون نیام سے نکالے گا! حریت و استقلال کی روح! اے میں تجھ پر فدا! جب تو اس زمین پر سایہ افگن تھی اور یونانیوں کی بے پناہ تلوار سے ایرانیوں اور ترکوں کے سر قلم کرتی تھی! اے روح حریت کیا تجھے اسوقت یہ بھی خیال گذرا تھا کہ تیرے اس گہوارہ کی کایا پلٹ ہوجائیگی! عزت کی جگہ ذلت لے لیگی آزادی کی جگہ غلامی اسے بخس کریگی۔ اب ساسانی اپنی جرار فوجوں سے کہاں ہیں کہ اے یونان تجھ پر حملہ آور ہوں! لیکن کمزور (ترک) نے تجھ پر حملہ کر رکھا ہے۔ اور تیرے بچوں کو احمق نے خوار کردیا ہے۔ افسوس وہ ذلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ذلت ہی میں پیدا ہوتے ہیں اور اُسی میں مرجاتے ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ تیرے بچوں میں حریت کی روح پھر تازہ

ہو گئی ہے اور اُنہوں نے اپنی شاندار ماضی کو پھر زندہ کرنا چاہا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں
کہ یہ اس وقت تک نہیں جب تک کہ وہ اپنے پیروں پر آپ نہ کھڑے ہو جائیں اور اپنی
آپ مدد نہ کریں۔ جو حریت پر عاشق ہوا ہے اُسے چاہیئے کہ اپنے خون سے مہر ادا کر کے
اسے بیاہ لائے۔ جو عزت کا دروازہ کھولنا چاہتا ہے اُسے چاہئے کہ اپنی تلوار کے قبضے سے
قفل کو توڑے۔ اور جو آسمان سعادت پر پہنچنا چاہتا ہے اُسے چاہیئے کہ اپنے نیزوں کا زینہ
تیار کرے اس طرح اور صرف اسی طرح تمنائیں پوری ہوتی ہیں یونان تیری عزت و آبرو
اُسوقت تک نہیں لوٹ سکتی جبتک کہ تیری عورتیں مردوں کو نہ پیدا کرینگی وہ مرد جنکے
جسم پر لوہے کی زرہیں ہوں اور پہلو سے خون بہتا ہو! اس سے پہلے کسی بات کی اُمید
نہ رکھ۔ اس کے بعد یونان کے قدرتی مناظر کا ذکر کر کے اس پر اپنے عشق کا اظہار کیا ہے
اور یورپ کو اس دیوی کی اعانت پر آمادہ کیا ہے۔

لارڈ بیرن کی تقلید میں اور شعرا بھی کمربستہ ہو گئے۔ خصوصاً فرانس کے ملک الشعرا
وکٹر ہیوگو نے تو اس آگ کو خوب ہی بھڑکایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ سے جوق جوق
مجاہدین ترکوں سے لڑنے کو روانہ ہو گئے اور صلیبی نقشہ پھر کھنچ گیا۔

اس بغاوت میں یونانیوں اور دیگران کے یوروپین مددگاروں نے وہ ستم
ڈھائے ہیں جن کے ذکر ہی سے دل کانپتا ہے فرانسیسی امیر البحر جن اپنی رپورٹ میں
لکھتا ہے "مونمبازیا کے قلعہ میں تین سو یونانی تھے جن کے ساتھ ترکوں نے اپنے دوران
قبضہ میں نہایت عمدہ سلوک کیا اور ان کے گرجوں کا احترام ملحوظ رکھا۔ لیکن باغی یونانیوں نے
اس پر قبضہ کرنیکے بعد ترکی آبادی کے ساتھ یہ برتاؤ نہ کیا بلکہ خود مسجدوں میں نہایت
شنیع اور وحشیانہ افعال کے مرتکب ہوئے۔ قیدیوں کو اُنہوں نے بلا زادِ سفر "کاسوس"
روانہ کر دیا۔ چنانچہ زمین پر ایڑیاں رگڑتے ہوئے اسلامی خاندان دیکھے گئے۔ جنکا بھوک
اور پیاس نے بُرا حال کر دیا تھا۔ اور جزیرہ کے قرب و جوار میں مقتولین کے انبار لگے

ہوئے نظر آئے۔ جنہیں یونانیوں نے قتل کیا تھا۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ ستم زدہ ترکی خاندان کو باغیوں نے گولیوں سے اڑا دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ لیکن مسیو بولفور نے ان کو چھین کر ایک جہاز میں بٹھا دیا۔ اور یونانیوں سے کہا کہ جو حرکات تم نے کی ہیں۔ یہ بحری قزاقوں کی سی ہیں۔

۱۹۔ اگست ۱۸۲۱ء کو یونانیوں نے شہر ناورین پر قبضہ کیا۔ وہاں کی حالت ایک پادری فرنٹرس ان الفاظ میں بیان کرتا ہے "زخمی لڑکیاں جان بچانے کے لئے ساحل پر بھاگتی پھرتی تھیں۔ مگر یونانیوں کی بندوقوں سے انہیں کہیں پناہ نہ تھی۔ عورتیں ننھے ننھے بچوں کو چھاتی سے لگائے سراسیمہ پھر رہی تھیں مگر گولیاں ان کے لخت جگروں کے جسم کے ٹکڑے اڑائے دیتی تھیں۔ جتنے کہ جنہوں نے اپنے کو سمندر کے حوالے کر دیا تھا ان کو بھی نجات نہ ملتی تھی۔ یونانیوں نے ماؤں کی گود سے بچوں کو چھین کر انہیں کے کے سامنے بوٹی بوٹی کر ڈالا۔ اور ان کے گوشت کو سمندر میں اس طرح پھینکا جس طرح کتے بھی نہ پھینکے جاتے ہونگے"

۵۔ اکتوبر ۱۸۲۱ء کو باغیوں نے شہر "ٹریپولٹزا" پر قبضہ کیا اور جو جو ستم ڈھایا اسکا بیان ناممکن ہے۔ تین روز تک مسلسل قتل عام ہوتا رہا۔ مردوں کے سڑنے کے تعفن سے تمام ملک یونان میں زور شور سے وبا پھیل گئی۔

مسٹر فنلے تاریخ یونان میں اپنے چشم دید واقعات پر یہ الفاظ لکھتا ہے "اس خونریزی کی مثال تاریخ انسانی میں کہیں نہیں ملتی" لیکن تعجب انگیز تو یہ ہے کہ یورپین حکومتوں پر انکا ذرہ برابر اثر نہ ہوا بلکہ الٹے ترک ظالم و سفاک ٹھہرائے گئے۔ زار روس نے بابعالی کو ایک تہدیدی نوٹ روانہ کیا کہ "باب عالی مسیحیت کو مجبور کر رہا ہے کہ وہ سوچے کہ آیا وہ مسیحی قوم (یونان) کو بلا چون و چرا برباد ہونے دیگی۔ اور صلیب کے برخلاف ہلال کی اہانتوں کو خاموشی سے دیکھتی رہیگی"

۱۸۲۷ء میں انگلستان، روس، فرانس نے اپنے جنگی بیڑوں کو یونانیوں کی مدد کے لئے بندرگاہ نادرین پر پہنچایا۔ اور ابراہیم پاشا مصری امیر البحر کو جو کہ بغاوت کے فرو کرنے کے لئے بحکم خلیفۃ المسلمین آئے ہوئے تھے حکم دیا کہ وہ یونانیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے اور اپنے بیڑے اور فوج کو مصر واپس لیجائے۔ ابراہیم پاشا موصوف نے جنگ کرنے سے توقف کیا اور بابعالی کے حکم کا انتظار کیا۔ مگر اس حالت میں بھی یورپ یونانیوں کو برابر بھڑکاتا رہا۔ ابراہیم پاشا نے بہت کچھ صدائے احتجاج بلند کی۔ ایک نہ سُنی گئی۔ آخر کار ایک دن جبکہ ابراہیم پاشا مورہ میں دورہ پر گئے ہوئے تھے موقع پاکر انگریزی امیر البحر (کوڈرنگٹن) نے اپنے متفقہ بیڑے سے ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۲۷ء کو عثمانی و مصری بیڑوں پر بندرگاہ نادرین پر اچانک حملہ کرکے اول سے آخر تک تمام جہازوں کو ایک ایک کرکے ڈبو دیا۔ جسکی وجہ یہ بیان کی گئی کہ ایک مصری سپاہی نے ایک انگریز کو قتل کر ڈالا تھا۔ اگر یہ افترا صحیح بھی ہو تو کیا ایک گورے کا قتل اتنا سنگین جرم ہو سکتا ہے۔ جسپر یورپ و انگلستان اسلامی دو سلطنتوں کے تمام بیڑوں کو معہ سپاہیوں اور سامانوں کے غرق کر دینے کو جائز سمجھتا ہے۔ اس شرمناک حادثہ پر خود جارج چہارم شاہ برطانیہ نے بھی اظہار نفرت کیا۔ وہ کہتا ہے "یہ ایک منحوس حادثہ ہے" شہنشاہ آسٹریا کہتا ہے "یہ ایک بڑی بہیمیت ہے"۔

انگلستان میں امیر البحر مذکور اور پارلیمنٹ پر لبرل پارٹی نے سخت اعتراضات کیے، جس پر گورنمنٹ انگریزی نے عدم واقفیت کا اظہار کیا۔ حالانکہ یہ حرکت یقیناً تینوں حکومتوں کے ایما سے ہوئی تھی۔

"مسیو الفریڈ ملٹیر" اپنی کتاب استقلال یونان میں لکھتا ہے "متحدہ بیڑہ نے جو کچھ کیا وہ سب فرانس، روس، انگلستان کی رائے سے کیا تھا"۔

خود انگریزی امیر البحر مذکور لکھتا ہے "وزرا (برطانیہ) اپنی پوزیشن کے لئے

میری قربانی کر رہے ہیں" یہ ایک ایسا بدنما دھبہ ہے اگر یورپ لاکھ کوشش کرے مگر کسی طرح اپنے دامن کو اس سے صاف نہیں کر سکتا۔

۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۸ء میں جو معاملات یورپ کی بڑی متمدن حکومت روس اور اس کے دوستوں نے کئے ہیں وہ اُن یونانی مظالم سے بدرجہا فوقیت رکھتے ہیں جن کا ابھی ذکر آچکا ہے۔

اخبار ڈیلی نیوز جو اس زمانہ میں روس کا بڑا حامی تھا اس کا نامہ نگار ۲۷۔ جنوری ۱۸۷۸ء کو اڈریانوپل سے لکھتا ہے۔

"فیلو پوپلیس اور ہرمنلی کے مابین ستر میل کا فاصلہ ہے جو کل ہزاروں خاندانوں سے پُر تھا مگر آج وہ چٹیل میدان ہو گیا ہے۔ اور اُس میں خاک اُڑ رہی ہے اگر وہاں کسی چیز پر نظر پڑتی ہے تو خشک نعشوں اور انسانی ہڈیوں پر اس وسیع سبزہ زار میں اب بجز بربادی و تباہی کے اور کچھ نہیں ہے جو ان وحشیانہ افعال کی وجہ سے واقع ہوئی ہے جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ انسان کتنی ہی کوشش کرے مگر ناممکن ہے کہ وہ ان ہولناک مظالم کا اندازہ کر سکے۔ جو اس سرزمین پر ہوئے ہیں۔ پھر یہی نامہ نگار مذکور لکھتا ہے جب ہم فیلو پوپلیس سے گذر رہے تھے تو ہمیں کاشتکاروں کے جسے برف سے ڈھکے ہوئے ہر طرف نظر آ رہے تھے جنہیں سے بعض کے متعلق یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس شنیع حالت میں دو تین ہفتوں سے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم یہاں مقتولین کی ہڈیوں اور سامان جنگ کو مجبور تھے کہ روندتے ہوئے چلیں۔ کیونکہ ہمیں راہ نہ تھی۔ اور تمام زمین پر مقتولین اسی طرح بچھے پڑے تھے جس طرح کہ فرش بچھایا جاتا ہے۔ ۲۵ میل تک یہی حالت تھی۔ ہر جگہ عورتیں لڑکے شیر خوار بچے اور ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے مرد برف کی سلوں پر دکھائی دیتے تھے۔ برف کا رنگ خون کی وجہ سے بالکل سرخ ہو رہا تھا اور اکثر عورتیں اس طرح پڑی ہوئی تھیں کہ گویا اس دُنیا اور تمدن کے مصائب سے تھک کر

آرام کر رہی ہیں۔

مردوں کا یہ حال تھا کہ ان کی صفیں برابر بچھی ہوئی تھیں جن کے چہروں پر باوجود موت کے بھی عظمت و شجاعت کے آثار ہویدا تھے۔ ان کی ڈاڑھیاں خون میں لت پت تھیں اور ان کے دونوں ہاتھ سینے پر تھے۔ گویا کہ وہ اپنے شریف دلوں کو دشمن کے ناپاک سموں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ لڑکے اور شیر خوار بچے بھی اثر سردی سے مرے تھے جن کے بھولے بھولے چہروں پر برف کی ہلکی ہلکی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ ان کی معصومی اُن کے بُشرے سے صاف ظاہر تھی۔ وہ گویا میٹھی نیند سو رہے تھے اور ان کے نرم اور گورے گورے ہاتھ برف کے اوپر رکھے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ معصوم اپنی ماؤں کے گود میں سردی کی شدت سے مرگئے ہوں گے تو انہوں نے مایوس ہو کر اُن کو برف کی سلوں پر لٹا دیا ہوگا۔ انہوں نے اس طرح اپنے لخت جگروں کو جدا کرتے ہوئے گرم گرم آنسو بہائے ہونگے۔ جو اُن کے نازک رخساروں پر آکر برف کے تار بن گئے ہوں گے۔

میں اپنی عمر میں کبھی بھی اس قدر مایوس نہیں ہوا جتنا ان مصائب و آلام کو دیکھکر ہوا ہوں جو بیگناہ مخلوق پر انسان کے ہاتھ سے نازل ہوئے ہیں۔ میرا دل بالکل ٹوٹ گیا جب میں نے دیکھا کہ ایک دہ سالہ خوبصورت لڑکی اور اسکی شفیق ماں روسیوں سے بھاگتی پھرتی تھی اور جب بیریوں نے جواب دیدیا تو بچی ماں کے قدموں پر بیہوش ہو کر گر پڑی اور چند سسکیاں لیکر اس جہان فانی سے رخصت ہو گئی۔ اتنے میں رات کی تاریکی چھا گئی اور ماں بیٹیاں آپس میں لپٹ کر ابدی نیند سو گئیں۔

ہاسکوی کا تمام راستہ بھی مقتولین سے پٹا پڑا ہوا ہے۔ جس گانوں میں ہمارا گذر ہوتا ہے وہاں بجز بربادی اور مذبوحین و مقتولین کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ میں نے ایک بلغاری سے دریافت کیا کہ "ارے انہیں کس نے قتل کیا ہے"؟ اُسنے جوش

مسرت سے جواب دیا "ہم نے اور ہمارے حمایتیوں نے ان کافروں کو ذبح کیا ہے"۔

خود ہاسکوی میں جب ہم پہنچے ہیں تو وہاں ترکی سپاہیوں کی ہڈیاں ڈھیر تھیں جن کو بلغاری پتھروں سے کچل رہے تھے۔ میں نے ایک ترکی خاندان سے پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو اور کہاں جاؤ گے۔ اس نے کہا کہ پانچ ماہ ہوتے ہیں ہم گھر سے چلے ہیں، نہ ہمارے پاس کپڑا ہے اور نہ زادِ راہ۔ اگر راستہ میں کوئی جانور مرا ہوا ملجاتا ہے تو اس کا گوشت کھا لیتے ہیں۔ اس خاندان میں تین شخص بچے تھے ایک بدقسمت بوڑھا باپ تھا، ایک بدنصیب ماں تھی جس کے سینہ سے ایک شیرخوار بچہ چمٹا ہوا تھا۔ اور ایک دو سالہ لڑکا تھا سب کے سب برہنہ تھے صرف چیتھڑوں سے انہوں نے بمشکل سترپوشی کر رکھی تھی۔ زمین ان کا بچھونا اور آسمان اوڑھنا تھا۔

ہاسکوی سے جب ہم چلے تو قدم قدم پر ایسے ہولناک مناظر دیکھنے میں آئے کہ جسم لرز گیا۔ نہیں معلوم کتنی عورتیں برہنہ مری پڑی تھیں۔ جن کے شوہر انہیں کے پہلوؤں میں پڑے تھے۔ اور بچے اُن کے گرد آخری سانسیں لیکر ہمیشہ کے لئے سو گئے تھے اور نہیں معلوم کتنے بوڑھے نظر آئے جنکی کھوپریوں کے ٹکڑے اڑ گئے تھے اور ان کی سفید ڈاڑھی پہ خون کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ یہ بیان کرتے کرتے دل پارہ پارہ ہوتا ہے کہ ایک معمر ترک کو میں نے زمین پر بے گور و کفن پڑے ہوئے دیکھا، جس کے پہلو میں قرآن کھلا ہوا رکھا تھا اور اُسکے صفحوں پر اُس کا خون جما ہوا تھا۔ پس تہذیب و تمدن کہاں ہے اور انسانیت کی محبت کہاں رخصت ہو گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صرف بلغاریوں کے ہاتھوں جتنے مسلمان ہلاک ہوئے ہیں اُن کی تعداد بھی بے شمار ہے، ہزار مکان اجڑے ہوئے پڑے ہیں جن کے مالک ان مظالم سے مفرور ہو گئے ہیں، لیکن ان کو عنقریب ہی بلغاریوں کی بربریت کا شکار ہونا پڑیگا۔ بہت ہی کم لوگ ایسے ملیں گے جو صحیح و سالم ترکی سلطنت میں پہنچے ہوں ورنہ سب موت کے گھاٹ اُتر گئے۔ اس مناسبت سے اگر فیلو

یونیلیس اور ہرمنلی کی سڑک کو موت کی سڑک کہا جائے تو بالکل درست ہو گا۔

اخبار اسٹینڈرڈ کا نامہ نگار جو گرانڈ ڈیوک نکولس سپہ سالار افواج روس کے ہمراہ تھا لکھتا ہے "ایسے وحشیانہ مظالم کی مثال عالم بہیمیت میں بھی نہیں ملتی۔ میں بار بار اپنی آنکھوں کو جھٹلاتا ہوں کہ ہزاروں بیگناہوں کو اتنی بُری طرح نہ ذبح کیا گیا ہو گا۔ اب روسیوں کو یہاں قبضہ کئے ہوئے دو ماہ سے زائد گذر گئے ہیں مگر اب تک کسی کی زبان سے سُننے میں نہیں آیا کہ ترکوں نے کسی مسیحی کو تکلیف پہنچائی ہو۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ ایک روسی افسر نے ایک عیسائی کاشتکار سے کہا۔ اب تو تم اپنے مسیحی بھائیوں سے ملکر خوب خوش ہوتے ہو گے۔ اسکے جواب میں اُسنے کہا۔ دیکھیں تم ترکوں کی طرح ہم سے کہاں تک عمدہ سلوک کرتے ہو۔

مسٹر اڈمنڈ انگریزی کونسل نے بلغان کے چند باشندوں سے دریافت کیا کہ تم پر کیا گذر رہی تھی۔ اُنہوں نے حسب ذیل جواب دیا کہ جب گذشتہ شنبہ کو کاسکوں کی دو پلٹنیں بلغان میں پہنچیں تو بستی کے رؤسا انکے استقبال کو نکلے۔ لیکن اُنہوں نے قصبہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور باشندوں سے ہتھیار طلب کئے۔ دوسرے دن انکی دو رجمنٹیں آگئیں جن کے ساتھ تین چار ہزار بلغاری گنوار بھی تھے جو طرح طرح کے ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ اُنہوں نے گاؤں کے لوگوں اور چوپایوں کو ایک جگہ جمع کر کے گاؤں میں ہر طرف سے آگ لگادی اور جس نے بھاگنے کا قصد کیا اُسے قتل کر ڈالا۔ اگر ہم مایوس ہو کر اُن پر حملہ نہ کرتے تو ہم میں سے ایک شخص بھی آگ سے محفوظ نہ رہتا۔ اور جب ان میں سے ایک شخص ادغلی سے اس کے خاندان کی حالت دریافت کی گئی تو بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ یہاں تک کہ اُسکی ہچکی بندھ گئی۔ پھر دیر کے بعد اسکے ہوش بجا ہوئے تو کہنے لگا کیا کہوں میری ان دونوں آنکھوں کے سامنے ایک ایک کر کے میرے خاندان کے تمام لوگ آگ میں جھونک دیئے گئے ہیں جن میں سب

زیادہ رنج مجھے اپنی بہنوں کا ہے۔ جن کے شوہر فوج میں ہیں اور جنکا میں متکفل تھا۔
روسیوں نے جب ڈینیوب کو عبور کیا تو انہوں نے ہزار ہا ترکی عورتوں اور بچوںکو
شہر شما میں جمع کرکے ان کے ساتھ جو برتاؤ کیا اس کا حال ستر ہ بہرآور وہ یورپین اخبارات
کے نامہ نگاروں نے چشم دید بیان کیا ہے۔ ڈیلی ٹیلیگراف، منچسٹر گارڈین، مارننگ پوسٹ
ٹائمس کے نامہ نگار انمیں شامل ہیں۔ ان کے بیان کو ترکی وزیر خارجیہ نے ۱۲ جولائی
۱۸۷۷ء کو پیرس روانہ کر دیا تھا اور جس میں لکھا تھا کہ ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اُس
دہشت و بربریت کی اطلاع دُنیا کو کر دیں جو بلغاریوں کے ہاتھوں ہم نے خود دیکھی ہے
ہم نے اپنی آنکھوں سے زخمی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو دیکھا ہے جن کے جسم سے
خون کے فوارے جاری تھے۔ ان کے بیان سے معلوم ہوا کہ روسیوں و بلغاریوں نے
ہر ہر گاؤں میں مسلمانوں کو اس طرح ذبح کیا ہے جس طرح بھیڑیں ذبح ہوتی ہیں۔ ہم
نامہ نگار علی الاعلان کہتے ہیں کہ زخمیوں میں اکثر عورتیں اور بچے تھے۔"

علماء کرام! بس اس سے زیادہ مجھے طاقت گفتار نہیں، دل شق ہوا جاتا ہے۔
آنکھیں پُرنم ہیں، کلیجہ مُنہ کو آرہا ہے۔ قلم میں لغزش ہے۔ یورپ کے خونخوار وحشی
درندوں کے مظالم کہاں تک بیان کئے جائیں۔ مختصر طور پر پھر میں بعض تاریخی واقعات
پیش کر کے آپ سے مزید توجہ کی خواستگاری کرتا ہوں۔ اور یورپین قوموں کی عموماً
اور برٹش گورنمنٹ کی خصوصاً بے راہیاں اور بے ایمانیاں ظاہر کرتا ہوں۔ ۱۸۹۳ء میں
ارمنوں سے بغاوت کرائی گئی جس میں برٹش گورنمنٹ سب کے آگے تھی۔ اور فرانس
اٹلی، روس وغیرہ بھی شریک تھے۔ حالانکہ ارمنی تمام ترکی ممالک میں منتشر تھے کسی خاص
ضلع یا صوبہ میں انکا مستقر اصلی نہ تھا۔ اور نہ کسی جگہ ان کا غالب عنصر تھا، مسلمانوں سے
زیادہ مالدار اور خوشحال تھے۔ نہایت راحت و آرام سے بسر کرتے تھے مگر یورپ کو کب
چین تھی۔ عرصہ دراز سے طرح طرح کی خفیہ کارروائیاں جاری تھیں سنہ مذکور میں

انگورہ میں تحقیقات بغاوت ارمن کیلئے کمیٹی بٹھائی گئی جسمیں اقوام اجانب کے نمایندے بھی تھے۔ اُنہوں نے تحقیق کر کے دکھلایا ہے کہ صرف پروٹسٹنٹ ارمنی برسر بغاوت ہیں۔ کاتھولک ارمنوں کو اُس سے کوئی تعلق نہیں۔ بعض امریکن پادری اس سازش میں شریک ہیں چنانچہ امریکن نمایندہ کا یہ قول ہے" ترکی حکومت نے جو کچھ تحقیقات کی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے اور جو پروٹسٹنٹ پادری گرفتار ہوئے ہیں وہ کسی شفقت کے مستحق نہیں" اس کمیٹی نے یہ بھی ثابت کیا کہ انگریزی مدبرین خصوصاً مسٹر گلیڈسٹون نے خفیہ طور پر ارمنوں کو بغاوت پر آمادہ کیا ہے اور وعدہ کیاہے کہ ارمنوں کو خود مختار سلطنت کرادیں گے۔ اس راز کے فاش ہوتے ہی انگریزی اخباروں نے قیامت برپا کردی۔ مسٹر گلیڈسٹون اپنے آپے سے باہر ہو گئے۔ اور ترکی اور خلیفہ اسلام پر گالی گلوچ کی دھواں دھار بارش کردی۔ ہر طرح ترکوں کو جفا کار سفاک دکھایا۔

ڈیکونٹ دی کورسون فرانسیسی اپنے رسالہ میں لکھتا ہے" جو لوگ مسئلہ آرمینیہ کی حقیقت سے بخوبی واقف ہیں انہیں معلوم ہوگا کہ آرمینیہ میں ہر واقعہ کے حدوث سے بہت پہلے انگریزی اخبار اسکی پیشینگوئی کر دیا کرتے تھے۔ کہ اس قسم کا حادثہ فلاں جگہہ اور فلاں تاریخ میں ہونیوالا ہے۔ اسی لئے ارمنی بغاوت کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ انگریزی مال تجارت ہے جسے سیاسی کارخانوں میں تیار کیا جاتا ہے اور مخصوص مقامات میں حسب ضرورت روانہ کردیا جاتا ہے ارمنوں پر ترکی مظالم کے متعلق اسقدر اختلاف و تناقص ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ چنانچہ عرصہ دراز تک تو وہ ایسی خبریں شائع کرتے رہے جن سے ترکوں کی قساوت و بربریت دلوں میں راسخ ہو جاتی تھی۔ لیکن جنوری ۱۸۹۵ء کا اخبار گلوب ان سب کی تردید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ" ترکوں سے جتنے مظالم منسوب کئے جاتے ہیں وہ عام یوروپین رائے کو انگریزی اخباروں کے دہوکہ دینے کی عظیم ترین مثال ہے"

ارمنوں کے ذریعہ سے مختلف اوقات میں اس زمانہ تک جسقدر بغاوت اور فساد کرایا گیا ہے اور جسقدر نقصان عظیم طرفین کو پہنچایا گیا ہے اسکی ذمہ دار مثل دیگر واقعات کے یوروپ خصوصاً برٹش گورنمنٹ ہے جیسا کہ گذشتہ تحریرات اور دیگر کتب تاریخ سے یہ امر واضح ہے ارمنوں کے وقائع شنیعہ یونانیوں اور روسیوں وغیرہ سے کسیطرح کم نہیں۔

۱۸۹۶ء میں مسئلہ کریٹ درپیش ہوا۔ یورپ نے یونانیوں کو ابھارا اور بغاوت قائم کراکے سلطان کو آزادی کریٹ پر مجبور کیا۔ سلطان نے وعدہ بھی کر لیا۔ مگر اسپر بھی یونان کو جزیرہ کے فتح پر آمادہ کرکے ۱۵ فروری ۱۸۹۷ء کو کرنیل واسوس کی زیر قیادت فوج پہنچا دی جس نے جزیرہ کے عیسائیوں سے ملکر جو مظالم کئے ہیں۔ ان کا کچھ تذکرہ سر الیشمد بارٹلٹ کی کتاب بیٹل فیلڈ آف تھسلی کے اُردو ترجمہ تھسلی کا میدان جنگ نے کیا ہے

"کرنیل واسوس کے کریٹ میں قدم رکھتے ہی خونریزی اور جنگ و جدل کے شعلے آسمان کی خبر لانے لگے۔ ہر جگہ عیسائی باغی بے پناہ اور بیکس مسلمان ہموطنوں پر ٹوٹ پڑے۔ انکے گھر لوٹ کھسوٹ کر بے چراغ کر دیئے۔ یونان کے ناجائز حملے ہولناک نتائج ہیں سے بطور نمونہ ستیا کے قتل عام کو پیش کیا جا سکتا ہے جہاں ایک ہزار مسلمان نہایت وحشیانہ طور سے مار ڈالے گئے مزید براں صدہا مسلمانوں کو دیہات میں ذبح کر ڈالا۔ بہت سے زندہ مسجدوں میں جلائے گئے۔ عورتوں اور بچوں سے نہایت بدسلوکی کی گئی۔ یہانتک کہ انکے اعضاء قطع کر ڈالے۔ اس موقع پر آسٹریا نے تحریک کی کہ کریٹ کی دول یوروپ بحری ناکہ بندی کر دیں تاکہ مزید سامان جنگ اور مفسد لوگوں کی جماعتیں کریٹ میں نہ داخل ہو سکیں۔ مگر انگلستان نے خدا جانے کیوں انسداد فتنہ و فساد کی اس دور اندیشانہ تجویز سے اتفاق کرنے سے انکار کر دیا۔"

اُدھر کریٹ کی بیچینی اور مظالم روز افزوں بڑھتی چلی جاتی تھی اور وحشیانہ کارروائیوں کو نمودار کرتی ہوئی یورپ کی انسانیت اور اصلاح کی داد دے رہی تھی۔ ادھر یورپ نے

یونان کو صوبہ تھسلی پر حملہ کرنے اور حکومت قسطنطنیہ پر جسکی نسبت اُسے گمان تھا کہ اس بڈھے مرد کو نوجوان یونان بالکل نیست و نابود کر دیگا۔ ہجوم کرنے کی اشتعالک دے رہا تھا چنانچہ اسی دوران میں یونان نے تھسلی پر چڑھائی کر دی اور مفتوحہ علاقوں میں کشت و خون کی ایسی گرم بازاری کی۔ جسکی یادگار تاریخ میں ہمیشہ ثبت رہیگی۔ مگر جب مسلمانوں نے ادہم پاشا کی کمان میں یونانی قزاقوں اور یوروپین بھیڑیوں پر فتح حاصل کی تو تمام یورپ میں ماتم مچ گیا۔ اور ترکوں پر لعنت کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۷ء کے لندن کے اخبار ڈیلی کرانیکل میں لکھا گیا۔

"ظالموں (ترکوں) کا گروہ بہت بڑی جمیعت رسالہ اور بھاری توپخانہ کے ساتھ بتدریج عیسائے مملکت میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ پیشقدمی فوجی اصول کے مطابق اسقدر مذموم نہ ہو۔ جسقدر تہذیب و شائستگی اور بنی نوع انسانی کی بہبودی کے حق میں مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر اس امر کو موخر الذکر روشنی میں دیکھا جائے تو یہ نہایت تاریک نظر آئیگا۔ فرمانروائے ترک تمام اچھے آدمیوں سے نفرت کرتے ہیں وہ قتل و غارت کی تجاویز سوچنے میں مشہور ہیں۔ یہ انسانی حیوان جسکا نام لیتے ہی انسان کانپ جاتا ہے جسکو تھوڑے ہی دن ہوئے کہ وزیر انگلستان نے غضب الٰہی سے ڈرایا تھا۔ جسکی نوسن آزادی کو لگام دینے کے مسئلہ پر یوروپ کی متحدہ طاقتیں اسوقت نہایت سرگرمی سے غور کر رہی ہیں۔ اب اپنے رہزنوں اور قزاقوں کی جماعت چھوٹی سی عیسائی آبادی (یونان) کو تاخت و تاراج کرنے کے لئے بھیج رہا ہے۔ یہ ظالم مسلمان صدیوں کی بہادرانہ کشمکش اور کوشش کے بعد بلقان کے تمام حصوں سے نکالے گئے تھے۔ اب پھر انھوں نے یوروپ کی طرف فتحمندانہ پیشقدمی شروع کی ہے۔ ہلال صلیب کو شکست دیکر خارج کر رہا ہے۔ عیسائی مذہب کے اس مقدس نشان سے اتبک فتح و نصرت ہم عنان بنتی رہی۔ کنسٹنٹائن کے عہد کے بہشتی افسانہ اب بے وقت ہو گئے۔ لیکن اب

عیسائی طاقتوں کے خیالات اور یونان کی حالت کے مطابق ان الفاظ کو یوں کہنا چاہیئے کہ اس نشان کے نیچے تم منہزم و مقتول و تباہ و برباد کئے جاؤ گے۔ ان طاقتوں میں گریٹ برٹن بھی شامل ہے۔ اور ہم اہل انگلستان اس گناہ کے ذمہ وار ہیں"

حضرات! صرف یہی نہیں بلکہ تمام یوروپ میں شور مچ گیا کہ ترک یونانی آبادی کا صفایا کئے دیتے ہیں اور عورتوں بچوں اور بوڑھوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔ انگریزی سفیر سر فلپ کری کی سرگردگی میں سفراء نے باب عالی پر سخت اعتراض کیا جسکے جواب میں خود یوروپین نامہ نگاروں نے اور مشاہدہ کرنے والوں نے حسب ذیل بیان شایع کیا تھا

"ہم اپنی ذاتی معلومات سے شہادت دیتے ہیں کہ عثمانی سپاہ نے اپنا رویہ قابل تعریف ثابت کیا ہے اور اسی طرح ترک افسروں نے لوٹ روکنے اور عیسائیوں کو ہر طرح محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کی ہے۔ اسوقت بہت سے یونانی جو یہاں واپس آگئے ہیں انکے سلوک سے نہایت اطمینان ظاہر کرتے ہیں۔ گرد و جوار کے دیہاتوں میں جو یونانی آئے ہیں۔ وہ ترکی فوج کی حفاظت طلب کرتے ہیں۔ یونانیوں کی شنائع ذکر کرنے کے بعد پھر لکھا گیا ہے:۔

"لیکن ترکی فوج کی تربیت اور رویہ قابل تعریف رہا ہے وہ دنیا کے بہترین نوجوانوں سے نہایت عمدگی سے مقابلہ میں پیش کی جاسکتی ہے۔ تمام یوروپینوں کی جو اس لشکر میں ہمراہ ہیں یہی رائے ہے۔

اسکے نیچے ای ایشمڈ بارٹلمٹ ممبر پارلیمنٹ اور ٹائمز۔ اسٹنڈرڈ۔ ڈیلی ٹیلیگراف۔ ریوٹر۔ ڈیلی میل اور مارننگ پوسٹ کے نامہ نگاروں کے دستخط ہیں (تھسلی کا میدان جنگ صفحہ ۱۳۴)

حضرات! دیکھا یہ ہے یوروپ کا مسلمانوں سے رویہ یہ ہے اسکی صدق بیانی، یہ ہے اسکا مذاہب سے غیر جانبدارانہ طریق، یہ ہے اسکا تہذیب و تمدن۔

پھر اسپر بھی اکتفا نہ ہوئی۔ ۲۶ مئی کو قسطنطنیہ میں برطانیہ عظمیٰ نے بذریعہ سفیر سر فلپ کرے اعلان کردیا کہ "وہ کوئی ایسا ملک جو عیسائیوں کے قبضہ میں رہ چکا ہو مسلمانوں کو نہیں دیا جاسکتا"

آپ ان الفاظ کو دیکھیں اور برطانیہ و یوروپ کی عدالت اور انسانیت پر نظر ڈالیں ہم خود تو کیا لکھیں خود برٹش پارلیمینٹ کے ممبر ای ایشمڈ بارٹلٹ کے الفاظ یہ ہیں، گویا انگلستان نے یہ ایک عجیب اور چونکا دینے والا اصول نکالا ہے خواہ کوئی فریق راستی پر ہو یا غلطی پر خواہ جنگ و جبر و تشدد میں کسی طرف سے ابتدا کیوں نہ ہو مسلمان یا ترک فتح کے مسلّمہ فوائد سے محروم کیے جائینگے۔ اور انہیں خونریزی و صرف زر کے معاوضہ میں ایک انچہ زمین بھی نہیں ملیگی۔ حالانکہ بخلاف اسکے عیسائی فاتح مفتوح سلطنت سے ہر قسم کے مفید مطلب شرائط منوانے اور مقبوضہ ممالک کا الحاق کا استحقاق رکھتا ہے۔ یہ عجیب اُصول ایک ایسی گورنمنٹ نے قرار دیا ہے۔ جو دنیا میں سب سے بڑی اسلامی سلطنت سمجھی جاتی ہے۔ کیا اس اعلان سے بڑھکر کہ کوئی عیسائی ملک مسلمانوں کو نہیں دیا جاسکتا۔ جزیرہ نمائے بلقان کے نیم وحشی بے اُصول اور طامع ریاستوں کی آتش حرص کے بھڑکانے کے لئے کوئی اور تحریک ہوسکتی ہے۔ گویا سرویا، مانٹی نیگرو اور بلگیریا وغیرہ کو جرأت دلائی جاتی ہے کہ ان میں سے جو چاہے اور جب چاہے ترکی قلمرو پر حملہ آور ہوسکتا ہے یورپ اس بات کی ذمہ داری کرتا ہے کہ خواہ انکی یورش کیسی ہی غیر منصفانہ اور ظالمانہ کیوں نہ ہو۔ ان کو ذرا بھی ملکی نقصان نہ اٹھانا پڑیگا"

حضرات علماء کرام! یہ سب کچھ ہوا۔ مگر کبھی بھی یوروپ نے اسلام کے ساتھ کوئی منصفانہ کارروائی نہ کی۔ ترک خواہ فاتح ہوئے یا مفتوح ان کا ہی گلا گھونٹا گیا۔ انہوں نے کتنی ہی رعایا پروری اور انصاف کی داد دی مگر انپر ہمیشہ ظلم و ستم کے پہاڑ

ہونے کے بہتان باندھے گئے۔ یوروپ نے خود کتنے ہی وحشیانہ کارنامے اور ناگفتہ بہ معاملات کئے وہ ہمیشہ اصلاح اور تمدن کے بانی اور انسانیت کے خادم بنے رہے انکے مورخ خود یوروپ کی ظالمانہ اور وحشیانہ کارروائیوں کے اقرار کرتے ہیں مگر انکے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ ارمینیوں کے ورغلانے میں جو جو خلاف انسانیت اور مخالف آدمیت کارروائیاں کی گئی ہیں۔ وہ احاطۂ بیان سے باہر ہیں۔

۱۹۱۱ء میں قزاق جنگ لیبیا اور طرابلس میں انگلستان اور اسکے ہواخواہوں نے جو کچھ اٹالیا کی امداد و اعانت کرتے ہوئے عملی کارروائی کی ہے۔ وہ خود یوروپ کی تاریخ کو ابدالآباد کے لئے سیاہ کر رہی ہے۔

انگلستان کے مشہور و معروف جورنسٹ ایڈورڈ بار کلے نے اپنی کتاب میں بہ ولائل محکم ثابت کر کے دکھایا ہے۔ کہ اٹلی کی اس فعل سے نہ صرف بین الاقوامی امن و انتظام کی شدید خلاف ورزی ہوئی ہے۔ بلکہ مغربی تہذیب کی شہرت و عزت کو اہل مشرق کی نظر میں سخت صدمہ پہنچ گیا ہے اور اٹلی کو اسکے قزاقانہ فعل کی اجازت دینے سے تمام دول یوروپ نے اپنے دامن انصاف و ایمانداری کو ایسا آلودہ کر لیا ہے کہ سالہا سال کی تمدنی و اخلاقی کوششوں سے بھی یہ داغ بدنامی چھڑایا نہ جاسکے گا۔"

مسٹر ڈنوہو نامہ نگار اخبار ڈیلی کرانکل نے اپنی ان تحریروں کے مجموعہ میں جنکو انہوں نے اطالوی حملہ کے آغاز میں طرابلس و مالٹا سے انگریزی اخبارات کے نام بھیجا تھا۔ اٹالین سپاہیوں کے غیر جنگجو عرب آبادی پر جنمیں ضعیف و ناتواں مرد، بیکس عورتیں معصوم بچے بھی شامل تھے۔ وحشیانہ مظالم برپا کرنے کا دردناک قصہ کھینچا تھا۔ جسپر ساری مہذب دنیا میں اٹلی کے خلاف لعنت اور نفرین کی متفقہ صدائیں بلند ہوئیں۔

مسٹر اونیسٹ این بینٹ اپنی کتاب "ود دی ٹرکس ان ٹریپولی" میں اٹالوی

مظالم اور وحشیانہ کارروائیوں کا صاف فوٹو کھینچا ہے۔ اور دول یوروپ کی بے پروائی بلکہ شرکت وجفا کو پوری طرح ظاہر کر دیا ہے۔ ہم کتاب کے مفصل مضامین کو آپکے سامنے پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ فقط ان دو کلموں سے ... آپ تمام یوروپ کی چال اور تدبیروں کی قلعی کھول سکیں گے۔ وہ آخر میں کہتا ہے "آجکل کی بین الاقوامی پالی ٹکس ہر طرح کی خدا شناسی و قوۃ اخلاقی سے عاری ہے"

حضرات! میں کہاں تک آپ کے سامنے اسلام پر یوروپ کے مظالم اور وحشیانہ کارروائیوں کی کتھا پیش کروں۔ کتابوں کی کتابیں انکے سیاہ وسخت دلوں کے مظلم کارناموں سے اندھیری رات کی طرح تیرہ وتاریک ہیں یہ چند واقعات تاریخیہ آپ کے سامنے قیاس کرنے کے لئے پیش کر رہا ہوں جن سے آپ بخوبی سمجھ سکیں گے کہ حقیقت میں یوروپ تمام شرق کا دشمن اور مسیحیت اسلام کی سخت ترین غدو ہے۔ اس نے کبھی کوئی جفا کاری اسلام کے برباد کرنے میں نہیں چھوڑی جنگ بلقان اور اس جنگ عمومی میں تمام دول عظمیٰ۔ اور ان چھوٹی چھوٹی عیسائی گورنمنٹوں نے جو جو مظالم کئے ہیں اور کر رہے ہیں۔ انکے لکھنے کے لئے ایک عظیم الشان دفتر درکار ہے۔ چونکہ زمانہ قریب گذرا ہے۔ اور مضامین اخباروں میں آچکے ہیں اگرچہ دس میں سے ایک ہی ظاہر ہوتا ہے۔ بلکہ تحقیق کرنے پر شاید فی صدی دو یا تین باتیں بھی لکھی جاتی ہوں۔ مگر آپ حضرات ان سے ابھی مطلع ہو چکے ہیں اسلئے میں ان کی تفصیل سے آپ حضرات کے دل کو اندوہگین نہیں کرنا چاہتا۔ البتہ اتنا عرض کرتا ہوں کہ ابتدائی جنگ بلقان میں برطانیہ نے اعلان کیا تھا کہ خواہ کوئی بھی فاتح ہو۔ ملک یوروپ کا نقشہ بدلا نہ جائیگا" کیونکہ یوروپ کو مثل سابق خیال تھا۔ کہ ترک ہی فاتح ہونگے۔ مگر جب دیکھا کہ اسلام مغلوب ہے تو اعلان کر دیا گیا کہ فاتح قوم کو اسکے مفتوحہ زمین سے محروم کرنا جائز نہیں بلکہ اسکے جائز حق

سے محروم کرنا ہے۔ علاوہ ازیں اتنا عرض کرتا ہوں کہ اس زمانہ اخیر میں بوجہ ضعف حکومت ترکیہ مظالم وحشیانہ سابقہ سے بدرجہا زائد دل پگھلانے والے اور خون بہانے والے مظالم پیش آئے ہیں۔ اور تمام دول اتحادیہ اور ممالک متمدنہ انکی بانی اور شریک ہے۔ گلیڈسٹون کی وصیتیں، صلیبیوں کی ہدایتیں، مذہبی مجنوں عیسائیوں کی خواہشیں، گذشتہ ایام کی عداوتیں آج کھلم کھلا اسلام کے ساتھ عمل میں آرہی ہیں، ٹرکی اور یوروپ کی پرانی اور نئی تاریخیں ان مسائل پر پوری روشنی ڈالتی ہیں جن حضرات کو تفصیل مطلوب ہو فریدبک کی تاریخ آل عثمان مصطفٰے کامل کی مسئلہ شرقیہ عربی زبان میں مرادبیک اور رشیدبیک وغیرہ کی تاریخ ترکی زبان میں مولوی عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی کی ٹرکی اور یوروپ اور جنگ طرابلس کی تاریخ وغیرہ اردو زبان میں ملاحظہ فرمائیں۔

خود ہندوستان ۱۸۵۷ء میں جبکہ ہندوستانی اپنے حق آزادی کیلئے کوشاں تھے جوکہ بلاشبہہ ہر ملک اور قوم کا فطرتی اور عقلی حق ہے۔ مذہب اور طبیعت بھی کے متقاضی ہیں جو جو وحشیانہ عمل کام میں لائے گئے۔ اور جسقدر بیگناہوں کو قتل کیا گیا جو جو بیدردی اور درندگی نمودار ہوئی وہ عالم انسانیت میں شاید کہیں بھی کبھی ظاہر نہ ہوئی ہوگی اب تک ہمارے یہاں پرانے بڈھے حکایتیں کرنے والے موجود ہیں۔ اور پھر اگر انگریزی تاریخ کو اٹھاکر دیکھا جاتا ہے تو معاملہ بالکل برعکس ظاہر کیا جارہا ہے۔ اپنے تقدس اور عصمت کی آواز بلند کیجارہی ہے۔ اور ہندوستانیوں پر وحشیانہ کارروائیوں کے پہاڑ کے پہاڑ افترا کئے جاتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان ظالمانہ اور جفاکارانہ کارروائیوں کا عشر عشیر بھی اگر کسی اسلامی حکومت سے ظاہر ہوتا جو برٹش گورنمنٹ نے ۱۸۵۷ء میں کیا ہے تو تمام یوروپ زمین کو آسمان اور آسمان کو زمین بنا دیتا۔ آرمینیوں یونانیوں بلغاریوں وغیرہ پر خود یوروپین تاریخوں سے ترکی معاملات کو ایام بغاوت اور ایام

امن کے پوچھیئے۔ اور پھر برطانی متمدن اور مہذب گورنمنٹ کے طرز عمل کو ۱۸۵۷ء کے اور اسکے پہلے اور پچھلے کارنا رنامے دیکھیئے تو حقیقت کھلیگی۔ مسٹر ڈگبی جان سٹوارٹ مل مسٹر رومیش چندر دت، مہتہ وغیرہ کی تصانیف دیکھیئے۔ تاکہ آپ برٹش گورنمنٹ کی ایمانداری خدا ترسی، صداقت، انسانیت عدل گستری رعایا پروری اصلاح۔ ترکی اقوام کی سعی، اہل عالم کی خیر خواہی کا اندازہ کرلیں۔

کوئین وکٹوریہ اور ذمہ دار وزراء برطانیہ نہایت زور کے الفاظ میں ہندستان کو خود مختار آزاد حکومت دینے کا وعدہ زمانہ دراز سے کرتے آرہے ہیں مسٹر گلیڈسٹون لارڈ کرو مر وغیرہ ہی اسی پر پوری طرح اطمینان دلا رہے ہیں مگر ہندوستانیوں کی آنکھیں انتظار کرتے کرتے پتھرا گئیں۔ زبانیں مانگتے مانگتے گنگ ہوگئیں۔ دل مایوس ہوگئے اسی حسرت میں کروڑوں آدمی ملک عدم کو چل بسے۔ مگر یہ وعدہ پورا ہونے کو ہی نہیں آتا بلکہ اسکے برعکس روزانہ غلامی کی زنجیر کڑی ہوتی جاتی ہے۔ ہر ہر مادہ اور وظیفہ سے آزادی چھینی جا رہی ہے ہر طرح سے ترقی اور خوشحالی برباد کیجا رہی ہے حق طلب کرنے والوں پر بغاوت اور اغوا کے افترات باندھکر ناجائز سزائیں دیجاتی ہیں۔ مظالم کے دروازے کھلے ہوئے ہیں عہد شکنیاں وعدوں کی خلاف ورزیاں مسلسل جاری ہیں۔ دور نہ جایئے ابھی کل کا واقعہ ملاحظہ کیجئے۔

یکم نومبر ۱۸۵۸ء کے شاہی کوئین وکٹوریہ اور پارلیمنٹ کے اعلان کو ملاحظہ کیجئے۔ اسکے ترجمہ میں یہ الفاظ ہیں۔

"مذہب عیسائیت کی حقانیت پر پورا ایمان رکھتے ہوئے ہم ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارا یہ خیال نہیں ہی کہ ہم اپنی رعایا کو اسکے ماننے پر مجبور کریں۔ یہ ہمارا شاہی ارادہ اور خوشی ہے کہ کوئی شخص کسیطرح بھی اپنے مذہب یا کسی مذہبی کام کیوجہ سے ستایا نہ جائیگا۔ بلکہ سب کے سب یکساں اور برابر قانون کی حمایت کا لطف اٹھائینگے اور ہم نہایت سختی کیساتھ

اپنے ماتحت حکام کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ہماری کسی رعایا کے مذہبی اعتقادات یا عبادات میں مداخلت نہ کریں۔ کہ یہ ہماری ناخوشی کا باعث ہوگا"

اب میں آپ حضرات کو توجہ دلاتا ہوں کہ ذرا غور فرمایئے۔ کیا آج برطانیہ کے ذمہ دار وزراء اور ہندوستان کے ذمہ دار حکام مذہب اسلام میں مداخلت نہیں کر رہے ہیں۔ کیا خلافت کا مسئلہ اہم واجبات دینیہ میں سے نہیں۔ کتب فقہ اور حدیث کو ملاحظہ فرمایئے۔ کیا مسلمانوں خلیفہ سابق مُسلّم کی حفاظت اور اس کے اقتدار کی محافظت فرض اور اعظم الفرائض نہیں۔ کیا مذہب اسلام میں بلاد اسلامیہ اور اقوام مسلمہ سے مدافعت فرض نہیں۔ کیا دین محمدی میں احترام مقامات مقدسہ اور غیر مسلموں کے اثر و اقتدار سے محفوظ رکھنا ضروری اور اشد ضروری نہیں۔ کیا سلطان ٹرکی چھ سو برس سے مسلمانان ہند و غیر ہند کفار وغیرہ کے نزدیک مُسلّم خلیفہ اسلام نہیں چلا آتا۔ کیا سینکڑوں آدمیوں پر بوجہ تحریک خلافت جو محض مذہبی اسلامی مسئلہ ہے۔ طرح طرح کے جور و جفا نہیں کئے جاتے؟

ابھی ابھی کل کی بات ہے کہ مسلمانوں کا متفقہ فتوے علماء ہند جو تقریباً پانچسو علماء مذہب کے دستخطوں اور مہروں سے مزین تھا۔ جس میں احکام شرعیہ کو کتاب اللہ اور احادیث و فقہ سے واضح کر کے بتلایا گیا تھا۔ جسمیں مسلمانوں کی شرعی ذمہ داریاں محض ان کی مقدس کتابوں سے دکھلائی گئی تھیں۔ جس میں مذہب کے مقدس پیشواؤں نے خدائے واحد قدوس کے احکام کو اس کے بندوں کے سامنے بلا رو رعایت ظاہر کیا تھا۔ جس میں کسی نقض امن اور سفک دماء کی تعلیم نہ تھی جسمیں کسی شخص کی ذاتی اور شخصی کوئی رائے نہ تھی، گورنمنٹ نے ۸۔ اگست کو دفتر جمعیۃ علماء دہلی سے ضبط کر لیا۔

حضرات علماء کرام! کیا اس سے بھی بڑھ کر مذہب میں کوئی مداخلت ہو سکتی ہے۔ کیا

اِس سے جملہ علمارِ اسلام کی سخت توہین نہیں ہوتی۔ کیا اِس سے مذہب کی تقبیح و تشنیع میں کوئی دقیقہ باقی رہ جاتا ہے۔ کیا اس میں سخت ظالمانہ دست اندازی کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور کتب فقہیہ پر نہیں ہوتی؟

کیا یہ حکام صریح طور پر کوئین وکٹوریہ کے اس اعلان کی (جس کو ذمہ داران برطانیہ کے اتفاق سے ۱۸۵۸ء میں شائع کیا گیا تھا اور جسکو ہر بادشاہ بوقت تخت نشینی اپنا معمول بہ اور طرز عمل اختیار کرتا ہوا قبول کرتا ہے) خلاف ورزی نہیں ہوئی۔ پھر کیا ایسی ناجائز حرکت کے ذمہ دار سوائے برٹش گورنمنٹ کے ناعاقبت اندیش حکام کے اور کوئی افراد ہو سکتے ہیں۔ نہیں نہیں۔

حقیقت میں یہی حکام باغی ہیں۔ یہی نقض امن کے ساعی ہیں۔ یہی لوگ مغویانہ حرکت کر رہے ہیں۔ یہی حکام اپنے شہنشاہ اور ذمہ دار اسلاف کے متبع نہیں۔ یہ جملہ مسئولیتیں انہیں پر عائد ہوتی ہیں۔ ایسے ہی حکام نے تاج برطانیہ کو ممالک متحدہ امریکہ میں نقصان پہنچایا۔ اور آج تمام برٹش ممالک میں اسی کی سعی کر رہے ہیں۔ ایسے ناعاقبت اندیش۔ کوتاہ فہم۔ نفس پرور لوگوں نے تمام پبلک کو برطانی تاج سے متنفر کر دیا ہے۔ شہنشاہی اقتدار اور قوت میں سخت در سخت پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں۔ برطانی تاریخ کو نہایت تاریک اور آلودہ کر رہے ہیں۔

ہم ان احکام کی ایسی ناجائز حرکات کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور یقیناً جانتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ یہ لوگ اور ان کے حامی جیسے کہ اہل ہند اور مسلمانان عالم کے بدخواہ اور دشمن ہیں۔ ویسے ہی بلکہ اس سے زائد اپنی قوم اور تاج برطانی کے دشمن اور بدخواہ ہیں۔

ہم جیسے کہ حسب احکام شرعیہ اور ہدایات مذہب اس قسم کے احکام کے ماننے کے مکلف نہیں ہو سکتے بلکہ ان کی خلاف ورزی ضروری جانتے ہیں۔ اسی طرح

حسب اعلان کوئین وکٹوریہ و ذمہ داران انگلستان بھی اس کی مخالفت کرنے کے لئے مامور ہیں۔ برٹش گورنمنٹ کے حکام کا رویہ عرصہ دراز سے خصوصاً اس وقت میں نہایت حد اعتدال اور جادہ الانصاف سے متجاوز ہو رہا ہے اور ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے ہم کو کسی طرح سکوت کرنا نہیں چاہیئے۔ اور حسب ارشاد نبوی افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر (سب سے بڑا اور اعلیٰ جہاد یہ ہے کہ حق بات ظالم حاکم کے اور بے راہ بادشاہ کے سامنے کہی جائے)

برادران اسلام اور حضرات علمار کرام! پھر میں آپ سے بطور خلاصہ عرض کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کے خصوصاً اور یورپ کے عموماً کارنامے گذشتہ صدی سے اسلام اور مشرق کے ساتھ نہایت ناگفتہ بہ ہوتے جا رہے ہیں۔ جنہوں نے آیت ولن ترضےٰ من ملك الیھود والا نصاریٰ حتے تتبع ملتھم (تجھ سے عیسائی اور یہودی کسی طرح راضی نہیں ہو سکتے۔ جبتک کہ تو ان کے ہم مذہب نہ ہو جائے) اور آیت کیف وان یظھروا علیکم لا یرقبوا فیکم الّاً ولا ذمۃ یرضونکم بافواھھم وتابےٰ قلوبھم واکثرھم الفاسقون (تم کس طرح ان دشمنان اسلام پر اعتماد کرتے ہو۔ حالانکہ وہ اگر تم پر قوی ہو جائیں تو کسی عہد و پیمان کی رعایت اور پابندی نہ کریں۔ وہ تم کو فقط اپنی زبانی باتوں سے خوش کرتے ہیں۔ مگر ان کے دل انکار کر رہے ہیں۔ ان میں کے اکثر لوگ نہایت بد افعال ہیں) کا سماں کھینچ دیا ہے۔ اس لئے ہم سبھوں کو شرعی اور عقلی حیثیت سے فرض اور لازم ہے کہ بوجہ عدم استطاعت مقابلہ بالقوۃ! قائم اور رزم جنگ یعنی ترک موالاۃ سے کسی طرح منہ نہ موڑیں اور نہایت ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ اس میدان میں قدم بڑھائیں۔ اور اپنے آزاد کرانے کے لئے ہر ممکن کوشش کو امن اور صلحجوئی کے ساتھ اتباع مذہب کرتے ہوئے عمل میں لائیں اپنی آزادی سے ہی ہم دوسرے ممالک اسلامیہ کی حفاظت، خلافت کی تقویت مقامات

مقدسہ کی حمایت کر سکتے ہیں۔ اور پھر اپنے دین، اپنے اہل و عیال، جان و مال کی بھی حفاظت ہوسکتی ہے۔ بغیر اسکے ہمارے لیے ہر عمل میں روڑے موجود ہیں۔ مگر میری اس عرض کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ خلافت اور حکومت انگورہ کو اس وقت ہر ممکن عمل سے تقویت پہنچانے میں کوئی پہلو بھی جائز سمجھی جاوے۔ نہیں نہیں وہ بھی نہایت ضروری اور اہم عمل ہے۔ کم ازکم ان کی مال اور رسد اور طبی وفد وغیرہ سے جس قدر امکان میں ہو دستگیری کرنا لازم ہے۔

حضرات! کوشش کیجئے آپ سے ہر ہر قدم پر بڑے بڑے اجر اور ثواب کا قرآن بعد حدیث میں وعدہ ہے۔ اپنے ضعف اور ناتوانی کو دیکھکر مایوس نہ ہو جیے۔ خداوند مالک الملک احکم الحاکمین پر نظر ڈالیے۔ اور اسی پر اعتماد کیجئے۔ اور اسی سے التجا فرمایئے دوسرے کسی پر غرور اور اعتماد کلی نہیں۔ دشمن اگر قوی ست نگہباں قوی تر است۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو اور تمام مسلمانوں کو اپنی راہ راست پر چلاوے۔ اسلام اور مسلمانوں کی محافظت کرتا ہوا۔ اپنے سچے دین کی باتوں کو بلند اور اس کی شوکت و عظمت کو تمام ادیان اور مذہب پر بالا فرمائے۔ آمین۔

حضرات میری سمع خراشی کو معاف فرمائیں۔ اور میری خطا و قصور، اور فروگذاشتوں سے احتراز کرتے ہوئے اسلام اور وطن کے لئے دعا فرمائیں۔ والسلام۔

خادم مذہب و وطن

حسین احمد غفرلہ

تقریر جلسہ سیوہارہ ۱۲ فروری ۲۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم

بزرگان قوم و برادران اسلام!

یہ میری زندگانی کا پہلا موقعہ ہے جس میں مجھکو قوم کی بزرگ ہستیوں اور مقدس نفوس نے ایک مذہبی اور سیاسی عظیم الشان اجتماع کی نہایت بوجھل اور ذمہ دار صدارت کی عزت بخشی ہے۔ جہاں تک میں سمجھ سکتا ہوں میری ہیچمدانی و کم مائگی مجھکو کسی طرح اجازت نہیں دیتی تھی کہ میں اس قسم کے خطرات کو بھی دل میں جگہہ دیتا۔ جیسے کہ میرا ازادیہ مجہول اور صحرائی ضعف رائی میں گم گشتہ ہونا بزرگان قوم کو بھی کبھی مشورہ نہیں دیتا تھا کہ مجھکو اس لائق خیال بھی فرمائیں۔

مگر آپ حضرات کی ذرہ پروری حسن ظن عزت افزائی، عادت کرم واحسان نے میری نالائقی وبے بضاعتی کے پے در پے پیش کردہ عرائض پر کان نہ دھرنے کے لئے آپکو مجبور کیا اور مجھ کم مایہ کو گمنامی کے تیرہ و تاریک رتوں سے نکالکر اس ہوشربا خدمت کے انجام دینے کے لئے کھینچ لائی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ حسب قول مشہور کہ بزنی موت ا لکبراو کا منظر اس وقت درپیش ہے۔

شیخ الہند کا ماتم

میں نہایت درد والم سے اُس حسرت افزا واقعہ کو یاد کرتا ہوں اور یہ طرز عمل آپ حضرات کا رب العالمین جل مجدہٗ کا حقیقی سایہ لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم کا واقعی منظر یجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم کا سچا ہیرو، اسلاف مرحومین کا حقیقی یادگار۔ عالم اسلام اور مسلمانان ہند کا بے لوث خیرخواہ امتی کا لمطر لایدری اولھم خیرام آخرھم کا بے شبہ مظہر من یحبھم ویحبونہ کا اصلی نمونہ۔ حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ مرحوم ومغفور کا وہ پیارا لعل جسکی نسبت فرماتے تھے کہ مولوی محمود حسن کو کم نہ سمجھو وہ اپنے زمانہ کا شیخ ہوگا۔ مولانا نانوتوی اور حضرت گنگوہی رحمۃ علیہما کا وہ لاڈلا جس کی منہ بھر تعریف کرتے ہوئے فرماتے تھے۔ کہ مولوی محمود حسن علم کا کٹھلا ہے۔ مجمع اسرار الطریقۃ والشریعۃ، ملاذ اہل الشھود والحقیقۃ، مولانا وسیدنا فی الدارین حضرت شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب حنفی العثمانی قدس اللہ سرہ العزیز، ہماری سرپرستی سے عالم ظاہر میں منہ موڑتا ہوا وصال حقیقی کی تمنا میں ہم ضعفا کو حالت یتیمی و بیچارگی میں چھوڑ گیا۔ ہم بیکسوں کی غمخواری اور بے بسوں کی مددگاری کا ظاہری وسیلہ قطع کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرات۔ یہی وہ سبب ہے جس نے آپ بزرگان قوم کو مجھ جیسے ناکارہ کی طرف آنکھ اُٹھانے کی اجازت دی۔ اور یہی وہ وجہ ہے جسکی بنا پر آپ کو ذرہ نوازی کا خیال پیدا ہوا۔ ورنہ میری استعداد قابلیت کسی طرح قوم کو اجازت نہ دیتی تھی کہ وہ ایسے خیال کو بھی دل میں جگہ گذرنے دے۔ خلت الدیار فسدت غیر مسود ۔ ومن الشفاء تفردی بالسودد۔ اگرچہ مجھ جیسے شخص کو اپنی گمنامی میں بسر اوقات کرنا سخت ضروری تھا اور ایسے اسٹیجوں پر آنے اور اپنی بڑی ذمہ داریوں سے احتراز کرنا نہایت لزام تھا اور اسیوجہ سے گذشتہ زندگانی میں نے نہایت سادگی سے گذاری

مگر حسب قول اسلاف امتثال الامر خیر من سلوک للادب نے مجھے مجبور کیا کہ میں آپ بزرگوں کے حکم سے کسی طرح روگردانی نہ کروں۔ ادہر یہ بھی خیال گزرا کہ وہ امور جنکو میں قوم اور وطن کے لیئے بہترین اعمال حسب وقایع حاضرہ دیکھ رہا ہوں اور وہ مضامین جو کہ اندنوں باعتبار تجارت و احکام اسلامیہ میرے دماغ میں گونج رہے ہیں آپ حضرات تک اُن کو اس ذریعہ سے پیش کرنیکا عمدہ موقعہ ہاتھ آتا ہے۔ سر تسلیم کو آپکے سامنے خم کرونگا

اس وقت یہ بھی عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ فصاحت و بلاغت کی دشوار گزار اور پیچدار گھاٹیوں سے چونکہ میں محض ناواقف ہوں۔ ادہر رائے صائب اور تجارت کے میدان میں بھی نہایت عاجز و ضعیف، اس لیئے عرض کرنے میں جو جو غلطیاں ہوں اُن کو نظر انداز فرمائیں۔

میں نہایت اخلاص اور صمیم قلب سے آپ حضرات کی عزت بخشی اور بندہ نوازی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض رساں ہوں کہ ذرا توجہ سے میری معروضات کو سنتے ہوئے راہ عمل میں قدم اُٹھانے کی کوشش فرمائیں۔ تعصبات اور متنازعات نفسانیہ کو ایسے وقت میں خصوصاً پس پشت ڈالدینا ضروری ہے۔ کثرت قیل و قال وغیرہ میں فرصت و وقت کو کہو دینا نہایت غیر مناسب امر ہے۔

حضرات ہم کو اس وقت میں مختلف ایسے واقعات درپیش ہیں جنکی بنا پر ہر قلب میں تڑپ، ہر آنکھ میں بیداری، ہر رگ خون میں گرمی، ہر قدم میں تیزی کی ضرورت ہے یہی وہ واقعات ہیں جنہوں نے عالم اسلامی اور خطہ شرق میں سخت بےچینی پیدا دی ہے انسانی دنیا کے احساس کرنے والے دل اور سمجھنے والے دماغ نہایت پریشان ہیں۔ غیرت اور حمیت والی جانیں ماہیِ بے آب ہو رہی ہیں۔ بولنے والی زبانیں متاثر ہونے والے جگر بلبل زار ہیں۔

(۱) خلافت کا مسئلہ کوئی نیا اور کمزور مسئلہ نہیں ہے۔ جسکو لاابالی پن سے

ٹال دیا جائے اور اُسکی طرف دل ودماغ زبان وقلم قوت مادی اور روحی کو متوجہ نہ کیا جائے
اگر نص قرآنی وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی
الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔ خلافت کے ادیان سابقہ اور ازمنہ
قدیمہ میں جاری اور معتبر ہونے پر دلالت کرتا ہو اور امت محمدیہ میں بھی مثل سابق جاری
رکھنے کا وعدہ خداوندی بتلاتی ہے۔ تو اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا جنازہ
نبوی کو چھوڑ کر سب سے پہلے مسئلہ خلافت کی طرف متوجہ ہونا اسکی اہمیت کی خبر دیتا ہے۔
اسی لئے فقہاء کرام فرماتے ہیں ونصب الامام الخلیفۃ من اھم الواجبات (دنیا)
خلیفہ قایم کرنا فرائض میں سب سے اہم بالشان امر ہے۔ مولانا علی قاری فرماتے ہیں یہی وجہ
تمام خلفاء میں اسی امر کی رہی کہ جب کوئی خلیفہ انتقال کرتا تھا تو اسکی تجہیز وتکفین سے
پہلے دوسرے خلیفہ کی بیعت اور اقامت ہو جاتی تھی۔

شرعی نصوص اور کتب فقہیہ کی بنا پر جبکہ تمام اُمت کے اہم تر واجبات میں سے
خلافت کا قایم کرنا ہوا تو اُسکی حفاظت اور اقتدار کا باقی رکھنا اور اُس کے لئے حتی
الممکن کوشش کرنا بھی اعلیٰ درجات واجبات سے ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منھما (رواہ مسلم)
جبکہ دو خلیفوں کے لئے بیعت لی جاوے تو آخری خلیفہ کو قتل کر ڈالو جس سے صاف
ظاہر ہے کہ خلیفہ اوّل کی خلافت کی حفاظت کے لئے دوسرے مسلمان خلیفہ کا خون
مباح ہی نہیں بلکہ واجب الاراقۃ ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

من اتاکم وامرکم جمیع علیٰ رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او
یفرق جماعتکم فاقتلوہ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ اگر تم لوگ ایک خلیفہ کی اطاعت پر متفق ہو اور کوئی دوسرا شخص آکر تمکو

اوس سے جدا کرنا چاہے یا تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالنا چاہے تو اوسکو قتل کردو
قواعد فقہیہ مقررہ میں سے ہے کہ جو امر ابتدائً واجب ہوتا ہے اسکی بقار
کی کوشش کرنی اوس سے بھی زیادہ ضروری ہوتی ہے۔ چونکہ یہ اوامر اقامت
خلافت، وحفاظت اقتدار خلیفہ تمام اُمت پر وارد کئے گئے ہیں اسلئے سب کا
فرض ہوگا کہ ممکن درجہ کوشش سے تقصیر نہ کریں۔ خصوصاً جبکہ اعداء اسلام
ہدم خلافت سے نفس اسلام کو ضرر پہونچا رہے ہوں۔

بقار خلافت

اس مقام پر یہ کہنا کہ خلافت فقط تیس برس تک رہی اُسکے احکام اس
مدت کے بعد منقطع ہوگئے اور اس مضمون کی تقویت کے لئے حدیث الخلافتہ
من بعدی ثلثون سنتہ ثم یکون ملکا عضوضا (میرے بعد خلافت تیس برس تک
ہوگی اوسکے بعد بادشاہت حریصانہ ہوگی) کا ذکر کرنا فاحش خطار اور صریح
غلط فہمی سے خالی نہ ہوگا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمانا لا یزال
الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفتہ کلہم من قریش۔ وفی روایتہ لا یزال
الدین قائما حتی تقوم الساعتہ او یکون علیہم اثنا عشر خلیفتہ کلہم من قریش
(رواہ شیخان واصحاب السنن) یعنی ان بارہ خلیفوں تک جو کہ قریش ہی میں سے
ہونگے اسلام نہایت قوت پر رہیگا۔ اور ایک روایت میں ہے "یہ دین اپنے
کمال پر ثابت رہیگا تا آنکہ قیامت قائم ہو یا اہل اسلام پر قریش میں سے
خلیفہ ہو جائیں"

یہ احادیث ایک چکدار روشنی ہیں جن سے گذشتہ حدیث میں سے شبہ کی
تاریکی بالکل دُور ہو جاتی ہے۔ حسب تصریح حفاظ حدیث کہ بعض طرق روایات

سابقہ میں خلافۃ النبوۃ من بعدی ثلثون سنۃ وارد ہوا ہے روایت سابقہ میں ایسی خلافت راشدہ اور خلافت علی منہاج النبوۃ مراد ہے کہ جسکو نبوت کے رنگ سے از سرتاپا رنگین اور اسکے اعمال واقوال سے بالکل مطابق اور قدم بہ قدم کہسکتے ہوں۔ ایسی خلافت کاملہ تیس برس تک متصلاً باقی رہی اسکے بعد نہ وہ اتصال رہا اور نہ وہ رنگ باقی رہا اور نہ وہ کمال۔

کتب شریعت کی ورق گردانی کرنیوالے بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہونے کے بارہ میں صحیح اور صریح مختلف طریق سے روائتیں موجود ہیں جن سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک خلافت اسلامیہ باقی رہیگی۔

دشمنان اسلام کی بدخواہی اور تنگینی کی وجہ سے ایسا صدمہ کبھی نہ پہونچ سکیگا کہ ابدالآباد کے لئے یہ آفتاب ہدایت گہن میں آجائے اور جہاں اسلام تاریکی کی راتوں میں گمنام ونابود ہوجائے۔

جناب فخر کائنات علیہ السلام کا یہ فرمان بھی اسی کی تقویت کرتا ہے۔

قال کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ہلک نبی خلفہ نبی وانہ لانبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون قالو فما تامرنا قال فوا ببیعۃ الاول اعطوہم حقہم فان اللہ سائلہم (رواہ الشیخان واصحاب السنن) بنی اسرائیل کے سیاسی امور اور انکی دنیوی اور دینی اصلاحات کے متولی انبیاء ہوتے تھے۔ جب کوئی نبی وفات پاجاتا تھا تو اسکے بعد دوسرا نبی آتا تہا۔ بیشک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ ہاں عنقریب خلفاء ہونگے۔ اور بہت سے ہونگے۔

صحابہ نے فرمایا کہ پھر آپ ہم کو کیا حکم فرماتے ہیں، فرمایا کہ ترتیب وار ہر ایک کی بیعت کی وفاداری کرو تم اونکے حقوق ادا کرو، وہ اگر تمہارے حقوق

ادا کرنے میں کمی کرینگے تو اللہ ان سے حساب اور سوال کریگا

حدیث مذکور کے سیاق اور سباق کے کلمات بخوبی دلالت کر رہے ہیں کہ یہ سلسلہ خلافت حفاظت اسلام اور مسلمین کے لئے مثل بنی اسرائیل جاری رہیگا اور اسمیں عادل اور غیر عادل جامع شروط اور غیر جامع شروط سبھی قسم کے خلفاء ہونگے ہم پر ہر ایک کے حقوق کی محافظت علی حسب الاستطاعت ضروری ہوگی۔

علاوہ احادیث سابقہ حدیث کیف انتم و ائمتہ من بعدی یستاثرون لہذا الفئ الحدیث (رواہ مسلم) (تم کیا کروگے اُن ائمہ (خلفا) کے ساتھ جو کہ مخصوص کر لینگے اپنے لئے ان اموال کو جو کہ کفار سے بغیر محاربہ اور جنگ کے وصول کئے جاتے ہیں) بھی اسی کی تقویت کر رہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ابو الخلفا فرمانا بھی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بقاء خلافت پر بعد از تمیس برس نص صریح ہے۔

خلافت عربیہ نے اپنی سطوت و شوکت اور عزت اسلام و قوت دیانت کو شرق سے غرب تک پھیلا دیا تھا اور کم و بیش ہر خلیفہ نے تقویت اسلام میں ہمدردی اور دلچسپی لی مگر جبکہ اقامت دین میں سستی اور حفاظت اسلام میں کاہلی کرنے لگے عیش و راحت پسندی میں شب و روز گذرنے لگے، رعایا کے حقوق اور مظلوموں کی رعایتیں نیست و نابود ہونے لگیں،، باغ عدل و انصاف میں ظلم کی باد صرصر چلنے لگی،، خلق خداوندی جن کو عیال اللہ سے تعبیر فرمایا گیا ہے ان کی خبرگیری کے سبزہ زاروں پر بے اعتنائی کی برف باری کی شدت ہونے لگی تو فطرت الہی کے اٹل قانون نے حسب وعدہ وعد اللہ الذین امنوا منکم و اعملوا الصالحات لیستخلفنھم الآیۃ، دوسری طرف پلٹا کھایا اور جب تصریح نبوی ان ہذا الامر فی قریش لا یعادیھم احد الا کبہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا الدین (رواہ بخاری) یہ امر خلافت و امارت قریش

میں رہے گا۔ اُن سے جب کوئی دشمنی کرے گا خداوند کریم اسکو مُنہ کے بل اوندھا کر دے گا، جب تک کہ وہ دین اسلام کو قائم کرتے رہیں گے،،

عرب اور قریش سے نکل گیا اور اس قوم کے سر پر تاج زرین ہو کر چمکا جس نے فقط اپنی سطوت ہی سے اس دین کی حمایت کا بیڑا نہیں اٹھایا بلکہ اُسنے اپنے خون سے بھی ہر نونہال اسلام کو سینچا وہ اس دشوار گذار گھاٹی میں گھٹنے ٹیک کر سد سکندری میں بیٹھی جہاں سے یوروپین یاجوج وماجوج ہمیشہ انکر نماد و منظالم کے سیلاب بہاتے تھے۔ اُس نے حمایت اسلام میں فقط اپنی جانوں کو ہی ضائع نہیں کیا بلکہ اہل وعیال عزت ومال کی قربانیاں کرنی بھی ہمیشہ فرض عین شمار کرتی رہی۔

غازی عثمان کا وصیت نامہ

میں اسوقت غازی عثمان مؤسس خلافت ترکیہ قدس اللہ سرہ العزیز کے ان کلمات کو یاد دلاتا ہوں جو کہ انھوں نے اپنی وفات کے وقت اپنے بڑے صاحبزادے ولیعہد غازی اورخاں مرحوم ومغفور کو لکھے تھے اور وہ وصیت نامہ اب تک اس سلطنت میں محفوظ چلا آتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں " بیٹا شریعت کے عادلانہ قانون کے سوا کسی قانون کی ہوس نہ کرنا۔ علمار کی رعایت کرنا۔ اہل علم کو اپنی مملکت میں کھینچ لانا۔ جس طرح میں محض اعلار کلمہ خداوندی کی غرض سے جہاد کرتا ہوا مظفر ومنصور رہا۔ تو بھی میری پیروی کرنا۔ ملک گیری اور فرمانروائی ہمارا قصد نہیں۔ رعایا میں عدل وانصاف اور خبر گیری جاری رکھنا۔ غیر عادل بادشاہ کے لئے بادشاہی محض افسانہ ہے (انتہیٰ مختصراً) یہ وصیت نامہ میرے پاس ترکی زبان میں محفوظ ہے۔

کیا آپ ان کلمات میں اس سچی خلافت راشدہ اور نیابت نبویہ کی خوشبو واضح اور جلی طور پر مشاہدہ نہیں کرتے۔ کیا یہ سلاطین آل عثمان اس قول نبوی کے مصداق نہیں ہیں۔ انما الامام جنتہ یقاتل من ورائہ و یتقی بہ (رواہ الشیخان) خلیفہ فقط ڈھال ہے جس کی آڑ لے کر جنگ کی جاتی ہے۔ اور اسکے ذریعہ سے بچاؤ کیا جاتا ہے۔ امام نووی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ای هو کالساتر لانہ یمنع العدو من اذی المسلمین ویمنع الناس بعضھم من بعض ویحمی بیضتہ الاسلام ویتقیہ الناس ویخافون سطوتہ ویقاتل معہ الکفار والبغاۃ والخوارج وسائر اہل الفساد وینصر علیھم۔ امام مثل دیوار کے ہے۔ دشمنوں کو مسلمانوں کو اذیت پہونچانے سے منع کرتا ہے اور آپس میں لوگوں تعدی اور ظلم کرنے سے روکتا ہے اسلام کی شوکت کی حمایت کرتا ہے لوگ اس سے بچتے اور اس کی سطوت سے ڈرتے ہیں۔ اور اسکے ساتھ ہو کر کافروں اور باغیوں اور خوارج اور اہل فساد سے قتال کیا جاتا اور غلبہ حاصل کیا جاتا ہے۔ پھر ترکی تواریخ کی ورق گردانی کیجئے۔ ساتویں صدی سے لے کر آجتک سفید بھیڑیوں سے ایشیائی بکریوں کی کس نے حفاظت کی، کس نے یوروپین وحشی خونخواروں کی سنگینوں کے لئے اپنی چھاتیوں کو چھلنی بنایا،، کس نے آسٹریا کی دار السلطنت اور ایطالیہ کے پایہ تخت اور پولونیہ کے میدانوں میں اپنے خونوں سے ندیاں بہائیں ؟ کس نے روما کے عظیم الشان گرجاؤں اور حدود جرمنی اور مجارستان کے عظیم الشان پہاڑوں کو اللہ اکبر کے نعروں سے لرزایا کس نے ہنگری" بوسینیا" ہرسک" رومانیہ" وغیرہ کے شہروں اور آبادیوں میں میناروں سے اذان اسلامی کے خوشگوار اور دلچسپ لہجوں سے کانوں سرمست کیا۔ کس نے شقی شاہ ایرانی کے بے دردانہ مظالم سے اہل سنت والجماعت کی حفاظت کی۔

کس نے چراک اور موالی کے مظالم سے مصر کو، اہل نجد کی غالبانہ تعدیات سے حجاز کو آرمینیہ قفقاسیہ وغیرہ کی مستبد حکام تشدد سے ان سرزمینوں کو محفوظ کیا۔ کس نے اسلام کی ہیبت اور محمدی بجلی کی کڑک سے سنگدل پادشاہان یورپ کے کلیجہ کو کپکپایا۔ کس نے یورپ کے ½ یا اس سے زائد حصہ میں اسلامی جھنڈے اور ہلالی پھریرے اڑاتے ہوئے دول عظمیٰ یورپ کی گردنیں خم کرادیں۔ کسنے احکام کی حفاظت کے لئے باقاعدہ مجالس افتار دوائر و مشیخیۃ اسلامیہ مدارس دینیہ دار القضار جنگی شفاخانے طرق رسد رسانی وغیرہ کھولکر عام اسلام کے دینی باغوں کو سرسبز و شاداب کیا۔

ترکوں کے مفاخر

میں اس مختصر وقت میں خلفار عثمانیہ کی تفصیلی تاریخ آپ حضرات پر پیش کرنا نہیں چاہتا اور نہ وقت اسکی مساعدت کرسکتا ہے، مگر میں برائے یاددہانی ان چند جملوں کو آپکے سامنے پیش کرکے ترغیب دینا چاہتا ہوں کہ آپ تفصیلی تواریخ سلاطین آل عثمان کا مطالعہ فرماکر انکی اسلامی خدمتوں پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ انھوں نے اسلامی خدمات میں کس طرح ایثار اور قربانی جانبازی اور بہادری سے کام لیا ہے، مگر اس کا ضرور لحاظ رہے کہ وہ تواریخ کسی یوروپین کی یا ان کی تحریروں کا ترجمہ نہ ہوں۔ آپکو یقین کرنا چاہیئے کہ اہل یوروپ کے نزدیک ترکوں کا گناہ ایسا نہیں جو کسی طرح بھی ان کی نظروں میں مغفور ہوسکے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ یوروپ کے اندرونی ممالک میں اسلام کے پھیلانے والے، اور سچے دین کے اطراف میں نشر کرنیوالے ہیں۔ انھوں نے یوروپ کی پیشقدمیوں کو اسوقت روکا ہے جبکہ تمام مشرق اور اسلام میں کوئی قوت باقی نہ تھی انھوں نے یوروپ

کی وحشی قوموں کو اسوقت ضعیف کیا ہے جبکہ عالم اسلام میں ہر طرف کمزوری اور مسکنت کی آندھی چل رہی تھی، انھوں نے صلیبی درندوں کو قرص و شام ہی سے نہیں بلکہ کل ایشیا اور جزائر ایشیا ر سے محروم کر دیا۔

ترکوں کی خاص سعادت

حضرات یہی وہ سعادت ازلی تھی جسکو قلم خداوندی نے اس قوم کے مفاخر میں تاریخ کائنات کے صفحات میں درج فرما کر اپنے سچے رسُول کی زبانی اترکوا الترک ما ترکوکم کے مبارک الفاظ کہلوائے تھے یعنے اس قوم مبارک و میمون سے آخری ایام میں ایک عظیم الشان خدمت دین خداوندی لینی ہے، لہذا تم ان سے کوئی تعرض اسوقت تک نہ کرو جبتک کہ وہ تم سے تعرض نہ کرے۔ دنیا میں سیکڑوں اقوام کفار کی ہیں اور ان سبھوں نے اسلام کو صدمات پہونچانے میں کبھی دریغ نہیں کیا مگر ایسے الفاظ کسی قوم کے بارے میں بارگاہ نبوت سے نہیں پائے جاتے، حسب ارشاد حضرت شمس السلام والمسلمین مولانا مولوی قدس اللہ سرہ العزیز ان الفاظ کو فتنہ تتار پر حمل کرنا مناسب نہیں بلکہ اس قوم ترک کی منقبت اور خدمت اسلام کیطرف اشارہ سمجھنا ضروری ہے اور یہی شان نبوت کے لئے انسب ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کا فرمانا کہ و مثل قوت و شوکت دولت اسلام کہ تا پانصد سال بدست عرباں اند و تا پانصد سال دیگر بدست ترکان و من بعد از دست ہر دو بر آمدہ و ہنود و فرنگ مداخلت نمودند و اسلام را ضعیف ساختند۔ سورہ معارج۔ یعنی دین محمدی کی خدمت تقویت و شوکت پانچ سو برس عرب کے اور دوسرے پانچسو برس ترک کے ہاتھوں کرائی گئی، اسکا قوی موید ہے۔

ترکی خدمات وسطوت نے مسلمانوں پر ہی نہیں بلکہ جملہ اقوام دنیا پر اپنی خلافت

کا سکہ جما دیا تھا۔ جسپر آجتک قوانین دول اور اجانب کے تاریخی کارنامے شاہد ہیں۔
اسیوجہ سے خود برطانیہ نے ۱۸۵۷ء میں سلطان عبد الحمید خاں رحمتہ اللہ تعالیٰ اور
شیخ الاسلام ٹرکی سے اہل ہند کے لئے (فرمان) منگایا تہا۔ کیا تعجب کی بات نہیں
کہ جس حکومت نے برطانیہ کی تقویت کی ہو۔ آج اسکے شیرازہ کو وحشیانہ طریقہ سے بکھیرا جارہا ہے۔

یہاں پر بعض سادہ لوح مدعیان شریعت "حدیث الائمۃ من قریش" پیش کرتے ہوئے
اجماع صحابہ و اہل کلام سے ابطال خلافت عثمانیہ میں کوشش کرتے ہیں مگر ماہرین علم دین
اور محققین فقہ پر مخفی نہیں کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موثوق روائتیں جنکو امام
احمد رحمتہ اللہ نے سند میں ذکر فرمایا ہے۔ مثل معاذ بن جبل اور سالم مولی حذیفہ غیر
قرشیوں کے لئے امامت عامہ کا استحقاق ظاہر کرتی ہوئی قطعیت اجماع صحابہ میں
اسیطرح تردد پیدا کر رہی ہے جیسے امام ابوبکر باقلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ جیسے جلیل القدر
اشعری متکلم کا خلاف اجماع اہل کلام میں زلزلہ ڈال رہا ہے زمانہ خلیفہ اول میں اس
حدیث کو صحابہ کا قبول کر لینا اس اجماع پر قطعی دلیل نہیں ہو سکتا کہ فرضیت خلافت
کی ایسی شرط ہے جسکے بغیر انعقاد خلافت شرعیہ ممکن نہیں ہو سکتا۔

شرط قرشیت کی بحث

علاوہ ازیں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں خلیفہ ہونا اور قحطانی
کا بادشاہ ہونا احادیث صحیحہ میں مروی ہے۔ قحطانی کی بادشاہت ہی پر حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا ہے اور حدیث قریش سے اسکو رد کرنا چاہا ہے۔
مگر علماء حدیث اور ائمہ اہل سنت اوسکو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کو اگر خبر پر حمل کیا جائے تو معنی کمال استحقاق
اور زیادت اہلیت لینا ضروری ہوگا کیونکہ عرب قریش ہی کو اس
لایق سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لن تعرف العرب ھذا الامر الا فی قریش۔ عرب اس امامت کا استحقاق بجز قریش کے دوسرے میں نہیں جانیں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ فرماتے ہیں الملک فی قریش والقضاء فی الانصار والاذان فی الحبشۃ والامانۃ فی الازد (رواہ الترمذی) ملک قریش میں اور قضاء انصار میں اور اذان حبشہ میں اور امانت ازد میں ہے۔ بہاں پر ضروری ہے کہ جب استحقاق قضاء انصار کے لئے اور استحقاق اذان حبشہ کے لئے ثابت کیا جاتا ہے۔ قریش کے لئے استحقاق ملوکیت کا اقرار کیا جائے۔ جس سے دوسروں کی ملوکیت کا انکار نہیں نکلتا۔ جیسے کہ سوار انصار کے دوسروں کی قضاء کا انکار نہیں اس لئے علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

اقول وفیہ اشعار بان الخلق لا یانفوس عن متابعتھم وان قابلیۃ المتبوعیۃ مجبولۃ فی جبلتھم فینبغی ان لا یخرج عنھم امر الخلافۃ لئلا یترتب علیہ المخالفۃ۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث (الناس تبع الخ) میں اشارہ ہے اس امر پر کہ لوگ قریش کی تابعداری سے نفرت نہ کرینگے اور پیشوا اور خلیفہ ہونے کی قابلیت اُن کی سرشت میں رکھی گئی ہے۔ اس لئے لایق ہے کہ اُن سے خلافت کا امر نکالا نہ جائے تاکہ اُسپر مخالفتیں نہ پیدا ہوں" اور اگر اسکو خبر اپنے معنی ہی میں لیا جائے یعنے نفس امامت فقط قریش کے لئے ہے دوسروں کے لئے نہیں تو یہ پیشین گوئی جناب رسول علیہ السلام کی ایک خاص زمانہ تک کے لئے ہے۔ چنانچہ خود علامہ سیوطی اور علی قاری رحمہا اللہ تعالی اس کی تصریح فرما رہے ہیں۔ اور جبکہ لفظ ما اقاموا الدین خود بخاری کی روایت میں موجود ہے تو پھر اس تخصیص کی بھی ضرورت نہیں۔ جب تک قریش نے حقوق کی واجبہ رعایت کی خداوند کریم نے اُن میں بادشاہت اور خلافت رکھی اُسکے بعد چھین لی۔

بہت سے علماء حدیث وفقہ رحمہم اللہ تعالی اس حدیث کو خبر بمعنے امر فرما رہے ہیں جبکی

توجہ فقط اُس خلیفہ کی جانب ہوگی جس کو امت نے بمشورہ خلیفہ بنایا ہو۔ خلیفہ سابق نے اُسکو بطور ولیعہد خلیفہ کیا ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص اپنی قوت اور سطوت سے خلیفہ ہو جائے تو اُس کے لئے قرشیت وغیرہ شروط نہیں۔ ایسے امام کی اطاعت اور اُسکی اعانت اجتماع کلمہ اور نفوذ تصرفات کے بعد اُسی طرح واجب رہیگی جیسے کہ امام جامع الشروط کی بلکہ جملہ کتب مطولہ فقہیہ اسکی تصریح فرما رہی ہیں۔

غلط فہمی کا ازالہ

ہم اس مقام پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ بعض ناواقف لوگوں کا خیال ہے کہ خلافت کی اعانت اور اُسکے اقتدار کے قایم رکھنے کی کوشش فقط اُن لوگوں پر ضروری ہے جو اُس سے منتفع ہو رہے ہوں اور خلیفہ کے قلمرو میں سکونت پذیر ہوں۔ ہم اہل ہند اور دیگر اسلامی ممالک کے رہنے والوں پر اس کا کوئی حق نہیں اور نہ ہم پر کوئی فریضہ شرعیہ عائد ہوتا ہے خصوصاً اس وجہ سے کہ ہم دوسرے حکومتوں کے ذمی رعایا ہیں اس بے اصل شبہ کی طرف اگرچہ توجہ کرنا وقت کو ضایع کرنا ہے۔ لیکن چونکہ عام اہل اسلام کو اصحاب اغراض دھوکے میں ڈال رہے ہیں۔ لہذا مختصراً عرض کرتا ہوں۔ خلافت عثمانیہ کی وجہ سے جملہ مُسلمانان عالم پر جو منافع ہیں اُن سے وہ لوگ خوب واقف ہیں جن کو کچھ بھی قوانین و معاہدات دول اور یوروپین پالیسیوں کی اطلاع ہے جنہوں نے تواریخ عثمانیہ پر اطلاع حاصل کی ہے۔ بحر ابیض کے غیر ترکی جزائر کے رہنے والے اور یونانی اور سردیہ ماننٹی نگرو، ہرسک مجارستان بلغاریہ رومانیہ پولینیا بحر اسود کے اطراف وجوانب کے سکان اہل اسلام سے پوچھیے کہ ٹرکی کی قوت کے وقت اُن کی پشت کیسی قوی تھی۔ اور جس قدر اُسکو ضعف ہوتا جاتا ہے اُن کی حالت کیسی ردی ہوتی جارہی ہے۔ جو جو ملک کہ کبھی ٹرکی کے زیر تسلط نہیں آئے وہاں پر بھی حقوق اسلام کی محافظت کے لئے کونسلیں

ائمہ مقابر وغیرہ ابتک موجود ہیں۔ چنانچہ مالٹا لنڈن۔ پیرس وغیرہ وغیرہ میں جملہ مسلمانوں کے لئے امام وغیرہ رہتا ہے جوکہ عام مسلمانوں کا دینی محافظ ہوتا ہے۔ اگر ٹرکی کو دیگر مسلمانوں کے حقوق میں کوئی استحقاق نہ تہا اور کسی قسم کی مداخلت نہیں کرتا تھا تو کیوں اتحادیوں نے دوسری رعایا مسلمانوں سے قطع علایق کی شرط اس صلح میں لگائی جن لوگوں نے یورپ کا سفر کیا ہے اور وہاں کے احوال سے مطلع ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ تمام عیسائی حکومتوں میں ٹرکی کے اقتدار کی وجہ سے عالم اسلامی کی بہت سی مراعات تہیں اور ہیں اور وہ ہمیشہ اس امر سے خائف رہیں کہ اگر ہم مسلمان رعایا پر علانیہ ظلم کرینگے تو ٹرکی اپنے عیسائی رعایا پر وہ ہی ظلم کریگا۔ علاوہ اسکے صدائے احتجاج بلند کرتا ہوا مجالس دول عظمیٰ تک آواز پہنچاکر ہماری بدنامی کا بھی سبب ہوگا۔ اور بسا اوقات اُسکے خلفا سے ہم کو لڑائی کا بھی بوجھ اُٹھانا پڑیگا۔ اس قسم کے عیسائی حسب شہادت تواریخ وہ خونخوار بھیڑیے ہیں کہ یہود کے دلوں کے زخم اور صلیبیوں کے ظلم اور وحشتناک شدائد سے یروشلم اور فلسطین، سواحل سوریہ، واناطول میں خون سے بہنے والی گلیاں۔ اسپین جبل الطارق، پرتگال، سسلی۔ مالٹہ کریٹ۔ مقدونیہ کے کہنڈر ابتک دھاڑیں مار کر رو رہی ہیں۔

مالٹا کا ایک واقعہ

مجھ سے اُن مسلمانوں نے جو مالٹا میں اخیر جنگ میں نظر بند ہو کر بحر ابیض کے جزائر اجنبیہ وغیرہ سے آئے تھے خود بیان کیا کہ ابتدائی جنگ میں عیسائی ہم پر نہایت سخت مظالم اور طرح طرح کی توہینیں کرتے تھے۔ خصوصاً اُن جزائر اور سواحل میں جو کہ زیر اثر یونان تہیں۔ ٹرکی ٹوپی پہنکر یا اسلامی وردی سے مزین ہو کر سڑکوں پر نکلنا تو قیامت کا سامنا تہا بے خطا زخمی کر دینا تو ادنےٰ درجہ کا کھیل تہا۔ بارہا مسلمان لاشیں گلی کوچوں میں پائی جاتی تہیں۔ اور قاتل کی کوئی تلاش اور سراغرسانی نہ ہوتی تھی۔

مگر جبکہ جرمنی اور ٹرکی کی فتوحات شروع ہوئیں اور درہ دانیال سے اتحادی نامراد واپس آئے تو حالت بالکل بدل ہو گئی۔ مجھ سے ایک میرے دوست ڈاکٹر نے مالٹا میں بیان کیا کہ مصر میں ایک میم نے اپنے مسلمان نوکر سے کسی بات پر یہ کہا کہ اگر تمہارا یہ سلطان نہ ہوتا تو ہم تم سب مسلمانوں کو کتے سے بھی بدتر سمجھتے۔ خلاصہ یہ کہ یہ خیال کہ ٹرکی کا باقتدار عالم میں باقی رہنا مسلمانان عالم کو کسی قسم کا نفع نہیں پہنچا رہا ہے اور اسکی وجہ سے مذہب اسلام کی کچھ بھی حفاظت نہیں ہوتی۔ دوپہر کے وقت آفتاب کے انکار سے بھی زیادہ مستبعد ہے خصوصاً اس وجہ سے کہ اس نے مقامات مقدسہ اسلامیہ کے احسانات اور حفظ واحترام میں بہ نسبت خلفاء عباسیہ و بنی امیہ بہت بڑا حصہ لیا۔ اور حتی الوسع اسلامی دنیا کی مراعات میں کوشش کی۔ ٹرکی تاریخ میں ان مظالم کی نظیریں آپ بہت کم پائیں گے۔ بلکہ نہ پائیں گے) جنکا وقوع خلفائے عرب کے زمانہ میں اسلامی دنیا پر ہوا ہے۔

اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیں کہ اُسنے ہم ہندوستانیوں کو کوئی بھی نفع نہیں پہنچایا تب بھی تو ہم پر اپنا فریضہ ادا کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ حدیث سابق میں گذر چکا ہے۔ کہ اعطوھم حقھم الخ اُن کے حقوق کو ادا کرو واللہ تعالے اُن سے اُن کے ادا واجبات کا سوال کریگا۔

گورنمنٹ سے معاہدہ کی بحث

معاہدات کا ذکر کرتے ہوئے اپنے کو ذمی کہکر سبکدوش کر لینا نہایت بے انصافی کی بات ہے جیسے کہ الا علی قوم بینکم وبینھم میثاق سے استدلال کرنا بھی خالی از بے انصافی نہ ہوگا۔ (اولاً) نفس معاہدات کے تحقق میں کلام ہے۔ فصل خصومات اور اتباع قوانین سے استدلال اس مقام پر خالی از ضعف نہیں مجبوریت و مقہوریت جس نے دائرہ اسارت (قید) سے بھی نیچے گرا دیا ہے کیا کچھ نہیں کرا سکتی (ثانیاً) خلافت اور اسکی تائید

امور دینیہ میں سے ہے جسکی آزادی حسب تصریحات گورنمنٹ اور حسب اقرار مدعیان حمایت گورنمنٹ من کل الوجوہ مسلم ہے۔ پھر یہ معاہدہ میں کیونکر داخل ہوئی۔ (ثالثاً) ان محارب حربیوں سے معاہدہ اور ذمہ بصورت حاضرہ ہو سکتا ہے یا نہیں مصنف بیان القرآن سورہ برارۃ میں فرماتے ہیں فی الروح عن الجصاص ان الکفار اذا استولوا علے المسلمین واجروا احکامھم بالامر والنھی فلا ذمۃ لھم۔ روح البیان میں جصاص سے نقل کیا ہے کہ کفار اگر مسلمانوں پر غالب آجائیں اور اپنے احکام کو امر اور نہی کے ساتھ جاری کریں تو انکا عہد کچھ نہیں۔ اس کے بعد اگرچہ مؤلف علام نے جرح فرمائی ہے مگر وہ نہایت ضعیف ہے (رابعاً) یہ حکم آیۃ مذکور مسلمانان دار الاسلام کے لئے ہے کہ اُن میں اور جملہ اہل ایمان میں علاقہ موالات ہے حسب نص والمؤمنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض۔ مگر اُن مومنین میں سے جو کہ دار الحرب میں سکونت پذیر ہیں اور ہجرت کر کے دار الاسلام کی طرف نہیں آتے اُن میں اور تم میں علاقہ موالات منقطع ہے اس لئے کہ بوجہ اقامت دار الکفر والحرب اُنہوں نے حربی احکام کا بھی کچھ رنگ پکڑا ہے جیسے کہ ذی اسلامی رنگ سے کسی قدر خوش رنگ ہو گئے ہیں' البتہ بوجہ اسلام اُن کی ضرورت اور استمداد کے وقت میں مدد کرنی چاہیئے مگر اُس قوم پر اُن کی مدد نہ کرو جن کے ساتھ تمہارے عہود و مواثیق ہیں۔ کیونکہ یہ بھی بوجہ عہود و مواثیق کسی قدر اسلامی رنگ سے رنگین ہو گئے ہیں۔ اس سے اہل ہند کے لئے حکم نکالنا برعکس اور قیاس مع الفارق ہے۔

(۵) خامساً وہ عہود و مواثیق کیا اب بھی باقی رہیں گے جبکہ اس جنگ عمومی میں مقامات مقدسہ کی نسبت عہد شکنی صریح طور پر کی گئی۔ جدہ پر گولہ باری ہوئی۔ مکہ میں گولہ باری ہوئی۔ طائف میں کی گئی۔ مدینہ منورہ میں کی گئی۔ بیت المقدس پر قبضہ کیا گیا۔ کاظمین نجف اشرف۔ کربلا۔ بغداد شریف وغیرہ پر تسلط جمایا گیا۔ خلافت کے بارہ

[حاشیہ پر قلمی تحریر: ۱۹۰۰ / ۔۔۔ / ۔۔۔]

میں سلطان ٹرکی کے اقتدار اور ملک کے حق میں صریح وعادوں کی خلاف ورزی ہوئی۔ عربوں کے استقلال کی بابت جو جو اعلانات تھے، اُن کے خلاف جو کچھ معاملات ہوئے اور ہو رہے ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔

اتحادِ اسلامی

دوسرا امر شرعی جسکی طرف میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے جملہ اہل توحید میں ایسا رشتہ قایم کر دیا ہے جو کہ تمام مصنوعی علائق سے بالاتر اور جملہ طریق تحالف میں قوی تر ہے۔ اگر نص قرآنی انما المومنون اخوۃ تمام روئے زمین کے مسلمان بغیر امتیاز کالے اور گورے اور ایشیائی افریقی یوروپین امریکی وغیرہ کے بھائی بھائی ہیں تو حسب تصریح احادیث صحیحہ المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اُسپر ظلم کرے نہ اُسکو دشمن کے پنجہ میں چھوڑے۔ اور ما من امرء مسلم یخذل امرأ مسلماً فی موضع ینتھک فیہ حرمتہ وینتقص فیہ من عرضہ الا خذلہ اللہ تعالیٰ فی موطن یحب فیہ نصرتہ وما من امرء مسلم ینصر مسلماً فی موضع ینتقص فیہ من عرضہ وینتھک فیہ من حرمتہ الا نصرہ اللہ فی موطن یحب فیہ نصرتہ (رواہ ابوداؤد) جو مسلمان کسی مسلمان کی ایسے موقعہ پر مدد نہ کرے جہاں اُسکی بے عزتی کی جاتی ہو اور آبرو پامال ہوتی ہو تو خدا اُسکی ایسی جگہ مدد نہ کرے گا جہاں پر وہ خدا کی مدد چاہتا ہے۔ اور جو مسلمان کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرے گا جہاں اُسکی بے عزتی کی جاتی ہو اور بے آبروئی ہوتی ہو تو خدا اُسکی ایسی جگہ مدد کرے گا جہاں پر وہ خدا کی مدد چاہتا ہے۔ اور المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً (رواہ الشیخان) ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے بنے ہوئے گھر کی

طرح ایک دوسرے کی تقویت کرتا ہے۔

مدافعت کا وقت

ایک مسلمان کا دوسرے کی حسب لیاقت اعانت اور مدد کرنا فرض اور اسکو بغیر یار و مددگار چھوڑ دینا حرام ہوگا۔ اور جبکہ تمام عالم اسلامی مثل ایک جسم کے ہے۔ اگر ایک عضو ان میں ذرا بھی تکلیف ہو جاتی ہے تو تمام اعضا میں بیقراری اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور تمام وجوہ راحات یک قلم مسدود ہو جاتے ہیں۔

المومنین فی تراحمھم وتوادھم وتعاطفھم کمثل الجسد الواحد اذا اشتکی عضو تداعی لہ سائر الجسد بالسھر (رواہ الشیخان) تو کسی طرح مقتضائے دیانت و شریعت نہ ہوگا کہ عالم اسلامی کے کسی گوشہ کے باشندوں پر مصائب کے پہاڑ توڑے جا رہے ہوں۔ اُن کے جان و مال عزت و آبرو برباد کئے جاتے ہوں، اور دوسری جانب کے مسلمان کان میں تیل ڈال کر میٹھی نیند سوتے ہیں، اور مقدرت و استطاعت کے موافق بھی حرکت کرنے سے غفلت شعاری اختیار کریں نہ وہ عند اللہ و عند الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سبکدوش ہو سکتے ہیں اور نہ وہ عامہ خلایق اور قومی اور مذہبی مجالس میں منہ دکہانے کی قابلیت رکھ سکتے ہیں۔ البتہ اگر انہوں نے اپنی طاقت اور قوت کے مطابق جان توڑ کوشش کی تو خواہ اُس کا کوئی نتیجہ نکلے یا نہ نکلے معذوریت کے قابل ہو سکیں گے۔ اسی وجہ سے فقہاء تصریح فرما رہے ہیں۔

وفرض عین ان ھجم العدو علی من یقرب من العدو فان عجزوا اوتکاسلوا فعلی من یلیھم حتی یفترض علی ھذا التدریج علی کل المسلمین شرقاً وغرباً۔ (در مختار و شامی) حسب استطاعت ہر ہر مسلمان پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ اگر کافروں نے مسلمانوں پر چڑھائی کی ہو۔ یعنی اُن مسلمانوں پر

جو کہ اوس جگہ کے ارد گرد بستے ہوں۔ اور اگر وہ قدرت مقابلہ کی نہ رکھتے ہوں یا انھوں نے کاہلی کی تو ان کے قرب و نواح کے بسنے والوں پر فرض ہوگا اور اسی طرح آہستہ آہستہ مشرق اور مغرب کے تمام مسلمانوں پر فرض عین ہوجائیگا وفی السیر انہ امرأۃ مسلمۃ سبیت بالمشرق وجب علی اہل المغرب تخلیصہا من الاسر الخ (شامیہ) اگر کوئی عورت مشرق میں اسیر کیجائے تو اہل مغرب پر واجب ہے کہ اس کو قید سے چھڑائیں۔

دردناک مظالم اور مسلمانونکے فرائض

حکومت ٹرکی کے ذمہ دار افسروں سے ہم نے خود کانوں سے سنا کہ دولت عثمانیہ اسوقت جبکہ وہ احتیاطی طرز پر اپنا انتظام کئے ہوئے بالکل علیحدہ تھی ہوا روسی اتحادی جنگی بیڑہ نے بحرہ اسود کے بعض سواحل پر بمبارڈ اور ہجوم کرکے دولت عثمانیہ کو اعلان جنگ پر مجبور کیا اور یہی مضمون ٹرکی حکومت کے اعلانات اور خود شیخ الاسلام خیری آفندی کے فتویٰ میں شائع کیا گیا تھا الغرض نفیر عام کا تحقق اور مسلمانان ٹرکی کا مدافعانہ حملہ جملہ اہل اسلام پر شرکت کو تدریجاً فرض بتلا رہا ہے۔ پھر اہل و عیال۔ بچوں۔ عورتوں۔ لڑکیوں وغیرہ کو عراق، حجاز، یمن، شام وغیرہ میں اسیر کرکے دوسرے ملکوں میں بھیجدینا تمام مسلمانان عالم کی گردنوں کو حکم فرضیت سے بارے گراں بار بنا رہا ہے خود مکہ معظمہ اور جدہ اور طائف سے کئی سو عورتیں بچے لڑکیاں اسیر کی گئیں اسکے بعد التوائے جنگ کے بعد سمرنا اناطولیہ ادالیہ استنبول۔ تراکیہ شرقیہ تھریس وغیرہ میں کسقدر شرمناک مظالم کئے گئے اور کس طرح مسلمانوں کا خون ناحق مفت بہایا گیا۔ اسیروں کو قتل کیا گیا۔ عورتوں کی پردہ دری، معصوم بچوں کی جان ستانی، کیگئی واردیا

کو خاکستر کیا گیا۔ نقود و مویشی وغیرہ پر قسم قسم کی دستبردی ہوئی۔ یہ امور ایسے ہیں کہ صفحات عالم میں وحشی سے وحشی اقوام میں بھی انکی نظیریں بہت کم ملتی ہیں۔ مگر یہ یوروپ کی تہذیب" مغربی اقوام کا تمدن" عیسائی مذہب کا وہ رحم آمیز اور مشفقانہ برتاؤ ہے جسکو آج سرمستان شراب برطانی لتجدن اقربھم مودۃ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ الآیہ کی راگ نہایت خوشگوار لہجہ سے گاتے ہیں مسیحی دُنیا کے بہیم سابقہ مظالم سے دریافت کیجیئے۔ تواریخ عالم کو دیکھیئے خود اس زمانہ میں مظلومین سمرنا کو دیکھیئے یا اس ڈیپوٹیشن کی رپورٹ سے دریافت کیجیئے جو مظالم سمرنا کی تحقیق کے لئے بھیجا گیا تھا اور جسکو مغربی تمدن نے صریح اعلان سے روکتے ہوئے نہایت نرم لہجہ میں قطع و برید کے بعد شائع کیا تھا۔ یا خود مسٹر لائڈ جارج کی اُس تقریر سے دریافت کیجیئے۔ جو انھوں نے پارلیمنٹ کے سوال یونانیوں کے مظالم پر اظہار نفرت و ناراضگی کے لئے فرمائی تھی۔ یا خود اُیدین کے برباد شدہ کھنڈروں سے دریافت کیجیئے تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ وہاں اتحادیوں کے آہنی مگر متعصب پنجوں نے مسلمانان ٹرکی اور اُنکے نازک ہاتھوں اور گردنوں سے کیا معاملہ کیا ہے۔ کیا جرمنی آسٹرین بلغاری بعد التوائے جنگ اسیر بنا کر پکڑے گئے کیا اونکا کوٹ مارشل کیا گیا۔ کیا اونکے افسران و ذمہ دار وزراء اور جرنیلوں کو زیر حراست اور مالٹا وغیرہ کے قید خانوں میں ڈالا گیا۔ کیا انکے شہروں میں خون کی ندیاں بہائی گئیں۔ کیا اُنکے وہ شہر جنمیں انکی قوم بستی تھی اُنکے قبضہ و اقتدار سے نکالے گئے۔ کیا اُنکے وہ ممالک جنمیں انکی قومی آبادیاں بکثرت تھیں آبادی کم کرنے کے لئے مٹائی گئیں۔ کیا انپر مظالم ہائے گوناگوں کی بارش برسائی گئی۔

یہ وہ واقعات ہیں کہ خود یوروپین اخبار اور دُنیاوی واقعات اسکی

شہادت دے رہے ہیں، واپس آنیوالی ہندوستانی سپاہ سے اگر آپ دریافت فرمائیں تو آپ کو ان سب کا شئی زائد پتہ چل سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آیت مذکورہ بالا لَا تَجْعَلُوا الخ فقط ایک گروہ خاص اور زمانہ خاص کے لئے وارد ہوئی تھی اُس سے عموم کا ارادہ کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

جزیرۃ العرب کا واقعہ

تیسرا امر جسکو میں آپ پر پیش کرنا چاہتا ہوں وہ جزیرۃ العرب کا وہ واقعہ ہے جس نے زمانہ نبوی کی آخری وصیت پر پانی پھیر دیا ہے یہ وہ واقعہ جانگداز ہے جسکی نظیر آغاز اسلام سے آجتک نہیں ملتی۔ حرمین شریفین اور اراضی مقدسہ میں سب کچھ ہوا مگر اجنبی کا "اقتدار" اونکا اثر کبھی نہیں قائم ہوا۔ کافروں کی فوجیں وہاں نہیں لڑیں۔ دشمنان اسلام نے وہاں خانہ بربادی نہیں کی وہاں کے مسلمان کفار کے پنجہ میں دبوچے نہیں گئے۔ وہاں کی عورتیں بچے لڑکیاں کافروں کے ہاتھوں میں اسیر نہیں ہوئیں۔ مگر یہی وہ لڑائی ہے جس نے جملہ بدعہدیوں اور روباہ بازیوں کے ساتھ مسلمانوں کو وہ دن دکھایا جسکا کبھی کسی مسلمان کو گمان بھی نہ گذرا تھا۔ برطانی فوجوں نے جدہ میں مکہ معظمہ میں طائف میں اطراف مدینہ میں گولہ باری کی ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے برطانوی افسروں نے مدینہ منورہ پر گولے پھینکے اور اتبک شریف حسین مالک حجاز سے جو کچھ کروایا جاتا ہے اور جن احکام کا نفوذ ہوتا ہے وہ ظاہر و باہر ہے یہ وہ واقعات ہیں جنکا تعلق عالم انسانی سے بحیثیت تمدن اور مذہب ہے اور انکی خصوصیت ہمارے پیارے وطن کے خارجی ممالک سے بہت زیادہ ہے۔ اب ذرا اپنے وطن اور ملک پر آنکھ اٹھائیے اور تواریخ قدیمہ پر گہری

نظر ڈالئے اور پھر اپنی قدیم اور موجودہ حالتوں پر امتیاز کیجئے۔

ہمارا وطن ہند

یہی وہ ہندوستان ہے جو کہ اطراف عالم کو اپنی صناعتوں اور تجارتوں سے مالا مال کرتا تہا۔ وہ دوسروں سے مستغنی اور دوسرے اسکے محتاج تھے ابتدائے دنیا سے لیکر سو برس پہلے تک ہندوستان کی تاریخ ہر حیثیت سے نہایت روشن و زرین نظر آتی ہے۔ وہ فقط انسانیت ہی معدن نہ تہا بلکہ تمدنی شعبدوں کی شاخیں بھی یہاں سے پھیلیں اور تمدن تک آسمان پر ایک ایسا روشن ستارہ نظر آتا ہے جسکی نظیر مغرب میں تو درکنار مشرق کے کسی خطہ میں بھی نظر نہیں آتی۔ ہندوستان اسوقت متمدن تہا جبکہ سارا عالم وحشی تہا۔ وہ سیر تھا جبکہ ساری دنیا بھوکی تھی وہ عالم تہا جبکہ طبقات زمین میں جہل کی آندھیاں چل رہی تھیں، علم ہندسہ اور حساب جو کہ ترقی اور تمدن کا اکیلا مدار ہے کیا اسی کا جملہ عالم کو عطیہ نہیں ہے؟ علم حکمت (ویدک) اور نجوم کیا اوسکا مایہ ناز نہیں ہے؟ علم سیاست ملوک کیا اوسکا وہ خزانہ نہیں ہے؟ جسکے لئے بادشاہان فارس مدتوں سرگرداں رہے ہیں۔ علم موسیقی حکمت صناعی میں کیا اوسکا جھنڈا تمام ملکوں کے جھنڈوں سے سربلند نہیں رہا؟ روحانی علوم میں کیا وہ اپنے گردونواح کے ملکوں کا پیشرو نہیں تہا؟ اسلام کا چمکدار اور نہایت روشن آفتاب جبکہ ہندوستان پر پرتو افگن ہوا تو اوس نے ہندوستان کے قدیمی کمالات میں کسی قسم کی کمی نہیں کی۔ بلکہ عرب و عجم اور روم و ترک کے ان کمالات کا اضافہ کر دیا جنکی ہوا ہندوستان کو اسوقت تک نہ لگی تھی۔ ہندوستان فطرتی طور پر نہایت سمجھدار دماغ نہایت ذکی طبیعت نہایت گہری فکر نہایت شعور والا قلب نہایت صبر والا جسم رکھنے والا ملک بتایا گیا تہا؛

اسکا اعتدال ہوائی اسکے تفاخر کا گواہ اور اس کا مرکز انسانی ہونا اس کی فوقیت کا شاہد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدتوں تک یورپ نے اس طرف اپنی ہمتوں کو متوجہ کیا اور سالہا سال تک ہزاروں قسم کی اس فکر میں مصائب جھیلیں وہ کونسا بادشاہ ہے جسکی عنان خواہش اس ملک کیطرف اسکے قدرتی کمالات کی وجہ سے متوجہ نہیں رہی اور وہ کونسی قوم ہے جس نے ہندوستان کے فرط عشق ومحبت میں اسکی حسن خداداد کی بنا پر داغ رنج والم نہیں کھائے۔ کونسی چیز دنیا میں موجود ہے کہ ہمارا پیارا وطن اوسکا گنجینہ نہ ہو اور کونسا وہ کمال ہے جو دیگر اقوام میں اقامت پذیر ہوا ہو اور ہندوستانی قومیں اوس سے عاجز رہی ہوں۔ شاہان ہند کا اپنے آپ کو شاہجہاں ملقب کرنا اور مورخین کا اسکو ربع مسکون قرار دینا آخر کس بنا پر ہے۔ قطرت نے جیسے کہ اسکو ادارامسٹر جیسی مادی چوٹی روئے زمین کے جملہ پہاڑوں سے بلند تر عطا فرمائی اوسی طرح اوسکو روحانی اور اخلاقی کمالات کے وہ دریائے ذخار اور زرخیزی اور جغرافی محاسن ایسے وسیع سبزہ زار عطا کئے کہ کوئی ملک اور کوئی اقلیم اسکے سامنے گردن نہیں اٹھا سکتی۔ ہندوستان کے ہر ہر ذرہ اور ہر ہر پتہ سے اسکے تفوق کی دلیلیں اور اُسکے کمالات کے سواہد ملتے ہیں جن کو مورخین عالم لکھتے لکھتے عاجز ہو گئے۔

ہندوستانکی قسمت پلٹ گئی

وہ ایک اکیلا ملک ہے کہ وحشت اور درندگی کے بدنما دھبہ سے اپنے دامن کو ہمیشہ پاک وصاف دکھلا سکتا ہے۔ وہ تنہا ایسی تاریخ رکھتا ہے جو کہ اسکے تمام گذشتہ عمر میں تمدن کے چمکنے والے آفتاب کی صاف مگر تیز روشنی ڈال رہی ہے۔ مگر افسوس کہ بدقسمتی سے اس آخری صدی میں اوسکا نہ گھنے والا آفتاب زرد ہو گیا اور نہ چھپنے

والا ستارہ اس طرح غروب ہوگیا کہ یوروپ کی تہذیب اور مغربی انصاف نے اسکو ایک ایسے گہرے مگر تاریک گڑھے میں ڈھکیل دیا جسکی گہرائی اور تاریکی کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ برطانیہ کے مسیحا صنعت ڈاکٹروں نے اوسکو بزعم خود ایسی زندہ کر دینے والی دوائیں دیں کہ قیامت آجائے مگر اسکو حرکت کرنا درکنار چھینک کی بھی طاقت نہیں رہی کل کی جملہ وحشی اقوام آج تخت آزادی پر جلوہ افروز ہوتی داد زندگی دے رہی ہیں۔ مگر ہندوستان میں آزادی کی قابلیت ہی پیدا نہیں ہوئی۔

بڑے بڑے انگریزی ڈاکٹر ۱۸۵۷ء بلکہ اس سے پہلے سے اُس کا نہایت جانفشانی سے معالجہ کرتے ہوئے اوسکو صحیح و سالم کرنا چاہتے ہیں مگر وہ شفا یاب ہونے ہی پر نہیں آتا اسکو ہر طرح بیدار کرتے ہیں۔ مگر وہ کروٹ ہی نہیں بدلتا۔ وہ ملک جن کو ابتدائی آفرینش دنیا سے آجتک آزادی کی جھلک اور خود مختاری کی مہک بھی نہ پہنچی تھی۔ آج وہ کوس لمن ملک الیوم بجا رہے ہیں۔ وہ قومیں جنکے جہل" وحشت" درندگی" دناءت طبع" زوالت اخلاق" وغیرہ پر آجتک مشرقی اور مغربی تاریخیں اور ہزارہا وقائع شہادت دے رہے ہیں۔ وہ خود مختاری اور استقلال کے مستحق اور لایق بتائے جاتے ہیں۔ ان پر کسی قسم کی سیادت کا جائز رکھنا یورپ کی نظروں میں غیر قابل عفو گناہ ہے مگر وہ ہندوستان جسنے ابتدائی دنیا سے آجتک اپنا ذاتی فرمانروا ہونا اور مستقل نظم و نسق بتاتے ہوئے اقوام عالم کا اوستاد ہونا صفحات تاریخ میں ثابت کر دیا ہوا اوسکو غلامی اور دریوزہ گری کی سخت سے سخت آہنی زنجیروں میں جکڑنا عین تہذیب و عدالت ہے۔ اسکے لئے خیال آزادی گناہ" لفظ استقلال حرام" اظہار استحقاق حریت" گناہ کبیرہ" اور کوشش خود مختاری بدترین بغاوت ہے۔

وہ اگر کسی زنجیر غلامی کے حلقہ کی وسعت کا خواب بھی دیکھ لے یا اسکی توسیع کی خواہش ظاہر کرے تو سزائے قید با مشقت یا پھانسی کا مستحق قرار دیا جائے۔

حضرات! یہ ہے یورپ کی اصلاح۔ اوسکی اقوام ضعیفہ کی آزاد پسندی اسکی انسانیت کی مایت۔ اس کی اقوام عالم کی ہمدردی۔ اس کی بنی نوع انسانی کی حمیّت۔

ہندوستان کے مصائب

وہ ہندوستان جو کچھ دنوں پہلے فقط اپنے مُلک کو ہی نہیں بلکہ سیکڑوں ملکوں کو جامہائے گوناگوں سے مزین کرتا تھا، اسکی تجارت پارچہ ایشیائی۔ افریقی اور یوروپین ممالک میں بڑے زور سے جارہی تھی آج وہ ایسا محتاج ودریوزہ گر یوروپین حکمت عملیوں اور مغربی اصلاحی اسکیموں کے ذریعہ سے بنا دیا گیا ہے۔ کہ فقط سوتی کپڑوں کے لئے تقریباً ۶۰ کروڑ روپیہ سالانہ اوسکو انگلینڈ بھیجنا پڑتا ہے۔ وہ ہندوستان جو کہ اپنی پیداوار سے اپنے بچّوں کی وسیع پیمانہ پر پرورش کرتا ہوا دوسرے ممالک کو بھی پالتا تھا، آج اسکے بچّوں کو روٹی کا ٹکڑا ملنا مشکل ہوگیا ہے۔ روزانہ قحط کا دور دورہ ہے کروڑوں ہندوستانی نژاد بھوک کی وجہ سے غیر ممالک میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں نہ اونکا وہاں کوئی پرسان ہے نہ خبر گیران آج ہندوستان کی بدولت مغربی قومیں اور اونچے اونچے محلوں اور نرم سے نرم گدوں پر آرام کر رہی ہیں۔ مگر ہندوستان کے بچوں کو صرف چارپائیاں بھی نصیب نہیں ہوتیں۔ آج یوروپین امتیں تہ بتہ مزین کپڑوں نو تو وقت ہندوستان کے اموال سے روزانہ پیٹ بھرتی ہیں مگر ہندوستان کی اولاد کے بدن پر نہ چمڑا ہے نہ جیب میں دمڑی۔ ایک وقت اگر سوکھی روکھی روٹی نصیب ہوئی تو دوسرے وقت فاقہ کی تیاری ہے۔ وہ ہندوستان جسمیں غیر قومیں اپنا خون بہاتی تھیں آج اسکے پوتوں کا بے حساب خون غیر قوموں کے

فوائد کے لئے ہر ہر ملک میں بہایا جاتا ہے۔ وہ ہندوستان جس میں گنجینہ زرومال رہتا تھا۔ آج وہ گنجینہ فقر و مسکنت ہے۔ وہ ہندوستان جو اپنی آبادی "قومی" ملکی"، صناعتی"، علمی" اخلاقی" جملہ حیثیتوں سے استحقاق خود مختاری سب سے اول رکھتا تھا آج اسکی غلامی کے شکنجہ اور زیادہ سخت کرنے کے لئے ابدالآباد تک کی فکریں کیجارہی ہیں۔ جبرالٹر مالٹہ عدن وغیرہ پر قبضہ کیا جاتا ہے۔ بحری سیادت اور بحری حکومت اپنے لئے مخصوص کیجاتی ہے۔ مصر کو دبایا جاتا ہے۔ عراق دبوچا جاتا ہے۔ فلسطین شکار کیا جاتا ہے۔ ایران ذبح کیا جاتا ہے۔ خلافت ٹرکی کا شیرازہ بکھیرا جاتا ہے۔ ممالک سودانیہ و عربیہ کی قوت پاش پاش کیجاتی ہے۔ یہ کسو جہ سے فقط بنی نوع انسانی کی خیر خواہی"، امم ضعیفہ کی آزادی" عالم میں اصلاح اور صلاح" امن و امان پسندی" عدل و انصاف گستری کی بنا پر۔

ہندوستانی خون کا انعام

اے ہندوستان تیرے ننھے ننھے لاکھوں بچوں کا خون فرانس کے میدانوں میں اطالیہ کے پہاڑوں میں" سالونیکا کے مرغزاروں میں" درۂ دانیال کے چٹانوں میں" صحرائے سینا اور سویز و سوریہ کے ریگستانوں میں" عدن اور یمن کے ضملاً خون میں" عراق و ایران کی خندقوں اور سبزہ زاروں میں۔ مشرقی و مغربی افریقہ کی جرمنی آبادیوں میں" ایشیائے کوچک اور قفقاسیہ کے برفستانوں میں بحرہ اسود اور ابیض اور احمر کے سواحل میں" کی طرح بہایا جاتا ہے۔ اپنر گولی اور گولوں کی بارش ہوتی ہے۔ مصائب کے بھیڑیوں کے شکار ہوتے ہوئے کروروں جاں بلب ہو رہے ہیں مگر تجھکو اس کے بدلے میں کیا ملتا ہے فقط یہی تو۔ تیری بچیوں کا بیوہ ہونا۔ تیرا اولاد کا یتیم و برباد ہونا۔ تجھ پر طوق

غلامی کا کڑا ہونا۔ رولٹ بل کا پاس ہونا۔ کوٹ مارشل لا کا جاری ہونا۔ پنجاب میں رنگین مظالم کا منتشر ہونا۔ جلیانوالہ باغ میں مشین گنوں کا مینہ برسانا۔ تیری اولاد اطفال پر مظالم و عصمت دری و بے آبروئی کی بوچھار کرنا۔ تیری رہی سہی آزادی کو صلب کرنا۔ تجھ پر طرح طرح کے ٹیکسوں کا عائد کرنا تجھکو قسم قسم کے بغاوت کے نئے نئے پھندوں میں پھنسانا۔ تجھکو اقوام عالم میں بدنام کرنا تیری دکھ کی کہانیوں پر کان نہ دھرنا۔ تیری شکایات پر ظالموں اور کی بجائے سزا ر تحسین کرنا،، آفرین دینا،، انکی امداد کرنا،، وغیرہ وغیرہ۔

مصائب کی وجہ

اے حضرات آخر یہ ہر قسم کے پہاڑ ہم پر کیوں ٹوٹے ہیں۔ کبھی بھی آپنے اپنے اذہان کو اسطرف متوجہ کیا۔ کبھی بھی آپ نے اسپر غور فرمایا۔ اگر ذرا بھی آپ توجہ فرماتے تو یہ سب کچھ ہماری نا اتفاقی اور موالات کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم ساڑھے تینتیس کروڑ مرد و زن چھوٹے بڑے ہندو مسلمان ایک ہو جائیں تو بڑی سے بڑی قوت ہم پر ظلم شدائد کی بارش نہیں برسا سکتی۔ گولیاں اور توپ کے گولے تو درکنار بجلی جیسی قوی چیز بھی اس ریگ کے تودہ میں نفوذ نہیں کرسکتی۔ جسکے ضعیف و ناچیز ذرات مجتمع ہو کر ایک دوسرے پر جان نثاری کر رہے ہوں۔ ہم کو اس اتفاق میں مذہبی مداخلتوں کی ہرگز ضرورت نہیں اور نہ یہ کوئی عاقل متدین گوارا کرسکتا ہے ہمکو محض ملکی اور سیاسی امور میں ایک کو دوسرے پر جان نثاری کرنیکی حاجت ہے۔ ہمارے سامنے اسکی سیکڑوں نظیریں موجود ہیں۔ دور نہ جائیے فقط یورپ کو دیکھ لیجئے آج لندن۔ فرانس۔ روس۔ یونان وغیرہ میں عیسائی اور یہودی دونوں بستے ہیں۔ اور دونوں میں مذہبی حیثیت سے قدیمی ایسی عداوت ہی جو کہ ہندو مسلمانوں کی مخالفت

سے سیکڑوں درجہ زائد ہے، جو جو مظالم عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان تواریخ مذہبی حیثیت سے دکھلا رہی ہے اُس کا عشر عشیر بھی ان دونوں فریق میں کبھی وجود میں نہیں آیا مگر آج وہ سب سیاسی اُمور میں ایک قالب و جان ہیں۔ عیسائی اگرچہ کوئی پروٹسٹنٹ کوئی کیتھولک کوئی ارتورکسی وغیرہ وغیرہ ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے مذہبی حیثیت سے سخت مخالف اور زمانہ سابق میں نہایت قطیع و شنایع وقایع ان میں واقع ہو چکے ہیں، مگر پھر "سیاسی امور میں" "وطنی مصالح میں" "ملکی ضروریات میں" "قومی منافع میں" سب کے سب باہم شیر و شکر ہیں، جیسا کہ فدائے قوم و وطن مسٹر گاندھی جی اور مولانا شوکت علی صاحب وغیرہ لیڈران قوم اور علمائے جمیعۃ العلما کے سالانہ اجلاس دہلی میں تقریر کی تھی کہ ہم مذہبی مسائل میں سے ایک مسئلہ کو بھی اس اتفاق میں داخل کرنا اور چھوڑنا نہیں چاہتے۔ ہر فریق اپنے مذہب میں پورا آزاد ہے۔ ہندو دھرم اپنی جگہہ پر ہندو اور مسلمان دھرم اپنی جگہہ پر، مسلمان رہکر ہندوستانیت کی حیثیت سے جان توڑ کوشش اور کامل اتفاق کرکے اپنے حقوق اور آزادی کی فکریں کریں۔ اور پوری جاں نثاری سے کام کریں"۔ ایسا ہی جملہ رہنمایان قوم کا خیال ہے۔ اور تمام قوم کو اسپر عامل ہونا ضروری ہے۔ اس جگہہ دشمن اور اس کے ہوا خواہوں کی پوری کوشش ہوگی۔ کہ ایسے مذہبی امور کو درمیان میں لاکر اپنی سابق پالیسی کے موافق شیرازۂ اتفاق کو بکھیر دیں، نان کواپریشن کی تجاویز کو باطل کر دیں۔ مگر اسپر کان نہ دھرنا چاہیئے۔ اور سمجھہ بوجھکر آگے قدم بڑھانا اور استقلال و ثبات قدمی کرنا چاہیئے۔

میں جہاں تک خیال کرتا ہوں نااتفاقی کی مضرتیں اور اتفاق کی ضرورتیں دینی اور دنیاوی ہر دو پہلو سے تمام پبلک سمجھہ چکی ہے۔ بلکہ اُس کا معائنہ کر رہی ہے۔ یہ ایک ایسا بسیط اور ظاہر مسئلہ ہے کہ جسکی توضیح کی حاجت اور اثبات و استدلال کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ خود سمجھہ سکتے ہیں کہ مضبوط سے مضبوط رسا جس سے آپ بڑے سے

بڑے ہاتھی کو باندھ سکتے ہیں۔ اور قوی سے قوی جہاز کا لنگر ڈال کر اُسکو روک سکتے ہیں۔ اگر اسکے دھاگے بکھیر دیے جائیں تو چند منٹ میں ایک ذرا سا بچہ اُسکو نیست و نابود کر سکتا ہے

نااتفاقی کی نحوست

ہماری سابقہ نااتفاقیوں کی نحوستیں ہم کو ہی اِن جملہ مصائب میں فقط پہنچانے والی نہیں ہیں بلکہ دوسری مشرقی قوموں کی آزادی بھی سلب کرنے والی ہیں۔ اور انہیں نحوستوں کا ثمرہ یہ بھی ہے کہ آج ہندوستان کی قومیں ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ تمام ملکوں میں نہایت ذلت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ اور مجمع اقوام میں سب سے زیادہ کمزور اور بے حمیت ثابت ہوئی ہیں۔ کوئی قوم ایشیائی یا افریقی ایسی نہیں کہ جنہوں نے رابطۂ اتحاد و مودت کے لئے اب اپنے دلوں میں ہندوستان کو جگہہ دینا گوارا کر رکھا ہو۔ بہت سی یورپین اقوام بھی نہایت مثل دیگر اقوام نہایت بغض و غضب کی نظر سے ہند کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

دوسرا امر جو کہ باعث اِن جملہ مصائب و شدائد کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں وہ موالات ہے۔ جسکو تعلقات دوستی اور تناصر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی اُسکو شرکت عمل وغیرہ سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے اور جملہ اُن ہستیوں پر یہ امر واضح ہے جنہوں نے تواریخ عالم پر نظر ڈالی ہے کہ ہندوستان کی آزادی سلب ہونے اور اُس کی ہر طرح ذلتوں میں گر جانے کا اصلی راز یہی ہے۔ ہندوستانی نفوس نے ابتدا سے ہمیشہ گورنمنٹ کو ہر قسم کی مدد پہنچا کر وفاداری اور نمک حلالی کا دم بھرتے ہوئے اپنے آپ کو بھی اور دوسری قوموں کو بھی ہلاک کیا اور اسی وجہ سے برطانیہ روز افزوں قیدیں اور سخت سے سخت قانون نکالتی ہوئی مذہبی اور سیاسی جملہ آزادیاں سلب کر رہی ہے۔ اور زندگانی کے قصور و محلات کو ڈھاتی ہوئی عدم کے

مقبروں میں ہم کو دفن کرتی جارہی ہے۔ تعجب ہی کہ جو قوم کہ ہمارے نمک سے آج پرورش پارہی ہو اور پھیر ہماری نمک حرامی کرتے ہوئے ہر طرح سے ہم کو قعر ذلت میں ڈال رہی ہے۔ اُسکی بھی نمک حرامی حرام ہو۔ حالانکہ وہ نمک بھی ہمارا ہی ہے افسوس افسوس افسوس ہے

مذہبی آزادی کے لئے ہندوستان کی آزادی ضروری ہی

ہم نہایت تعجب کرتے ہیں اُن لوگوں کی فہم فراست پر جو آج دینی آزادی کا گیت گارہے ہیں اور قصداً یا غلط فہمیوں کی بنا پر پبلک کو دہوکا دے رہے ہیں۔ کیا وہ مذہب اسلام جس نے حکمت نظری اور علمی سیاست مدینہ تدبیر منزل تہذیب الاخلاق وغیرہ وغیرہ سب کو جمع کرتے ہوئے الیوم اکملت لکم دینکم کا ڈنکا بجایا ہو۔ کیا وہ مذہب جو کہ عالم انسانی کی مادہ اور روحانی حالی اور استقبالی زندگانی کی محافظت اور کفالت کررہا ہو۔ کیا وہ مذہب جس نے روابط خلق مع المخلوق کی ویسی ہی نگرانی کی ہو جیسے کہ روابط خلق مع الخالق کی۔ کیا وہ مذہب جس نے اصول خلافت اور قوانین جہانداری کی اُسی طرح بنیاد ڈالی ہو جیسے کہ ولایت اور تصوف کی۔ کیا وہ دین جو کہ امن وامان صلح وآشتی وغیرہ قایم کرنے کا اُسی طرح حامی ہو جیسے کہ عبادات بدنیہ اور مالیہ اور اعتقادیات قلبیہ ومشاہدات روحیہ کا۔ کیا وہ دین جو کہ مادی ترقیات کا اُسی طرح معلم ہو جیسے کہ روحی معارج کا۔

وہ فقط نماز اور روزہ حج اور مساجد قربانی اور صدقات ہی عبادت ہوگا۔ کیا اُس کے شعایر میں احکام تجارات معاملات تعزیرات۔ نسل خصومات عشور و خراجات حدود ومناکحات سیر اور غزوات وغیرہ وغیرہ داخل نہیں۔ پھر بتلایئے کہ

کہ ان جملہ اشیاء میں کون سے شعائر اسلامی قوانین پر جاری ہیں، کیا علی الاعلان ان سب امور میں خلاف ما انزل اللہ حکم نہیں کیا جاتا ہے، علی الاعلان رنڈی خانے شراب خانے قانوناً کھلے ہوئے ہیں مرتد بنانے کے لئے مشن اسکول اور مذہبی مدارس وغیرہ قائم ہیں۔ ہندوستان کے خراج میں سے لاکھوں روپیہ اسمیں صرف کیا جاتا ہے۔ جو زوجہ بطوع و رضاء خود اپنے زوج سے ناراض ہو کر خواہ کسی وجہ سے عدالت میں نالش کرے قانون اُسکو آزادی دیدیتا ہے اور حکومت تفریق کروا دیتی ہے۔ جو شخص عورت یا مرد باختیار خود مرتد ہو جائے اُسپر اُس کے اعزہ اقرباء خاوند وغیرہ کا کوئی زور نہیں چل سکتا۔ کورس میں وہ فنون اور ایسی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جن سے عقائد مذہبی پر سخت سے سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ پولیس فوجداری وصول لگان فوج حفظ صحت ٹیکس وغیرہ وغیرہ کے قوانین عموماً مخالف شریعت نافذ ہو رہے ہیں۔ سود کی ڈگریاں دی جاتی ہیں۔ وکالت اور کاری کے عموماً قواعد و معاملات دین سے علیحدہ ہیں۔

پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ کس طرح کہا جاتا ہے کہ شعائر مذہبیہ میں پوری آزادی دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ یہ سوال بھی ہے کہ وہ آزادی جو کہ دینے سے حاصل ہوئی آیا وہ شرعاً آزادی شمار ہو سکتی ہے یا نہیں۔ حالانکہ آزادی دینے والے کو ہر وقت قوت و مقدرت ہے کہ جب چاہے وہ اس آزادی کو سلب کر لے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جس مذہبی آزادی کو وہ اپنی سیاست کے مخالف سمجھتی ہے سلب کر لیتی ہے۔ اور جس وقت میں کوئی آزادی اُسے مخالف مصلحت معلوم ہوتی ہے بند کر دیتی ہے۔ چنانچہ واقعات پنجاب وغیرہ اسکے شواہد ہیں۔

جن امور میں وہ آزادی دیتی بھی ہے وہ اسلامی قوت و شوکت کی بنا پر نہیں بلکہ اپنے نزدیک اُسکو ہمارا مشورہ سمجھتے ہوئے دیکھئے کیا خلافت کا مسئلہ مذہبی مسئلہ

نہ تھا کیا مسلمانان ترک کی مالی اعانت مجروحین اتراک کی خبر گیری ضعفاء اور مساکین کی بہ قانون ہلال احمر فریاد رسی کیا امکنہ مقدسہ کی حرمت وغیرہ مذہبی امور نہ تھے۔ کیوں اُسمیں آزادی نہ دی گئی۔ اور مسٹر مشیر حسین قدوائی نے جب ایک وفد ان مفلوکین ترک کی خبر گیری کے لئے شامل جرمن و آسٹریا وغیرہ لیجانا چاہا تو منع کئے گئے۔ اور ۳۳ کروڑ ہندوستانیوں کی متفقہ آواز کو مسترد کر دیا گیا۔ وفد کی اہانت کی گئی، ایک بات بھی نہ مانی گئی۔

اماکن مقدسہ کیونکر آزاد ہوں

امکنہ مقدسہ وغیرہ کی نسبت خطا مسلمانوں پر رکھنا صریح غلط بیانی اور دہوکا دہی ہے۔ وہ ورغلائے گئے ہیں اور ایک قاعدے سے مجبور کئے گئے ہیں۔ چنانچہ خود کرنیل لارنس ڈیلی اکسپریس ۲۸ فروری ۱۹۲۰ء میں کہہ رہے ہیں ۱۹۱۶ء شاہ حجاز کو ہم نے اتحادیوں کا ساتھ دینے پر آمادہ کیا۔ فرماتے ہیں کہ۔

۱۲ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو وزیر ہند کا یہ تار والسرائے کے پاس آیا۔ موجودہ حالت میں گیلی پولی کے اندر ہماری حالت اور ہماری امیدیں بہت ہی مشکوک ہیں۔ عرب مذبذب ہوئے جا رہے ہیں۔ اور اگر ہم اُن کو بڑی لالچ نہ دینگے تو وہ یقیناً ترکوں سے جا ملیں گے۔ اس لئے ہم کو مشرق میں بڑی کامیابی کی ضرورت ہے۔ یہ تجویز ہوئی کہ ہم بغداد پر قبضہ کریں اور عربوں کو اطمینان دلا دیں کہ ہم لوگ اُن کے لئے ایک ایسی حکومت کے حامی ہیں جو ترکوں سے بالکل آزاد ہو۔

کہا جاتا ہے کہ گورنمنٹ ہماری جانوں اور مالوں کی پوری حامی اور محافظ ہے بے شک یہ واقعی بات ہے۔ خدا جانے کتنے کرور ہندوستانی جانیں مختلف مقامات میں اِس جنگ میں اور گذشتہ تقریباً ۳۰ بیرون ہند جنگوں میں، برطانی سبز باغوں

میں عیش و آرام کر رہی ہیں۔ اگر اِن جانوں کا پورا اندازہ کیا جائے تو یقیناً گذشتہ صدیوں میں بھی اِس قدر جانیں عالم بالا کو جانے والی نہ ملیں گی جتنی کہ دور بر فانی اور امن و صلح کے قایم کرنے والی گورنمنٹ کے زمانہ میں اُس سبز باغ میں گئی ہیں۔ اور اگر اسیر اِس صدی کے قحط اور گرانی سے تلف ہو جانیوالی جانوں کو بھی ملا لیا جائے تو شاید قرنہا قرن میں بھی اتنی قربانیاں مشکل سے ملیں گی۔

جان کی حفاظت کیونکر ہو

اِسکو چھوڑئے ہر سال اخباروں وغیرہ میں بہت سے واقعات سپید ہاتھوں سے سیاہ جانوں کے ضایع ہونے کے اعلان ہوتے رہتے ہیں۔ مگر کہیں بھی کوئی گورا جسم پھانسی کی ریشمین رسیوں میں لٹکتا ہوا پایا گیا۔ خصوصاً اِس ۴۰۔ ۵۰ برس کے عرصہ میں۔ عموماً مقتول کے جگر کی خطا ہوتی ہے یا اُسکو ضیق النفس کا عارضہ ہوتا ہے صاحب بہادر کو جنون کا عارضہ ہوتا ہے۔ مدعی کو سو دو سو روپیہ دیدیا جاتا ہے۔ ڈگی دی جاتی ہے۔

ہندوستانی اموال کی حفاظت تو حقیقت میں جس طرح ہوتی ہے نہ کسی قوم نے پہلے کی اور نہ کسی قوم اور بادشاہ کو سوجھی۔ فی صدی پچاس تو خزانہ شاہی میں بطور لگان لیا گیا۔ اور فی صدی سترہ حفظ صحت تعلیم صفائی وغیرہ مد میں لیا گیا۔ پھر انکم ٹیکس ہاؤس ٹیکس کورٹ فیس وار فیس میں ایک پوری مقدار لی گئی جس کا مجموعہ تقریباً فی صدی اسی پہنچتا ہے۔ اب باقی ماندہ بیس یورپین تجارتوں۔ ڈاک ریل۔ تار روزانہ چندوں نذرانوں ڈالیوں کی نذر ہوتا ہوا جو کچھ بچا تھا وہ نوٹوں پر قربان کر دیا جاتا ہے۔ یہ ہے ہندوستانی مال کی حفاظت۔ اب اِن سب امور کو اگر بالائے طاق رکھدیں تو بارہا اعلان ہو چکا ہے کہ مختلف محکموں میں حکام نے نماز سے

اس طرح روکا ہے کہ یا تو استعفا دینا پڑا ہے یا نماز چھوڑ دینی۔ ایسے واقعات ہم نے خود لوگوں سے سُنے اور اخباروں میں بارہا دیکھے ہیں۔ مسجدوں کی آزادی کی نسبت بہت لاف ماری جاتی ہے مگر ذرا تحقیق کے لئے اطراف جوانب میں نکلئے اور دیکھئے کہ کس قدر اطراف و جوانب ہند میں مسجدیں شہید کی جا چکی ہیں۔ متولیوں کو لالچ دیکر، اُن کو دھمکا کر۔ جبر و تعدی کے ذریعہ سے کیا کیا واقعات نہیں ہوئے ہیں۔ اور یہ کوئی نئے واقعات نہیں ہیں۔ خود شاہ عبد العزیز صاحب اپنے فتوی ص ۱۲ جلد اول میں فرنگی مظالم ذکر کرتے ہوئے فرما رہے ہیں۔ مساجد را بے تکلف ہدم می نمایند۔

دور نہ جائیے خود دہلی سے پوچھ لیجئے کہ کس قدر مسجدیں وہاں ہدم کی گئی ہیں۔ اور طرف کیوں توجہ فرماتے ہیں خود جامع مسجد دہلی سے پوچھئے کہ تیرا کیا واقعہ جانگداز گذرا ہے۔ قلعہ کی قریب کی مسجد میں قانوناً کیوں نماز سے ممانعت ہے۔

مصائب کا سرچشمہ

حضرات بات بہت دور جا پڑی۔ غرض یہ ہے کہ جو کچھ مصائب و آلام ہمارے سیاسی اور مذہبی امور پر پڑے ہیں وہ اسی موالات کا نتیجہ ہے۔ ہم نے خود دوران جنگ میں اور اُس سے پہلے زمانوں میں جان اور مال سے شرکت اور مدد کر اپنے پیروں میں بھی کلہاڑا مارا اور دوسری قوموں کو بھی برباد کیا۔ پھر کاش ہمارا دنیاوی ہی نقصان ہوتا۔ ہم دونوں فریقوں ہندو مسلمانوں دونوں کے مذہب پر بھی نہایت گہرا اور بدنما اثر پڑا جس کی وجہ سے کئی کروڑ ہندو مسلمان عیسائی بنائے گئے۔ اور کروڑوں کی مذہبیت خوشنما اور دینی احساسات میں سخت فرق آگیا وہ بظاہر ہندو یا مسلمان ہیں مگر حقیقت میں ایک بھی نہیں۔ مغربی زہریلے تمدن نے ہماری نسلوں کے

اخلاق شرقیہ پر پانی پھیر دیا۔ مادی احساسات نے روحانی توجہات کو بالکل نیست ونابود کر دیا۔ ہم کو علوم دیئے گئے مگر وہی کہ جن سے غیر قوموں کی غلامی کریں۔ ہم کو اخلاق بتائے گئے مگر وہی کہ جن سے یورپ کے سامنے دست بستہ جی حضور کہتے ہوئے سرنگوں رہیں۔ ہم کو صنعتیں تبلائی گئیں مگر وہی کہ جن سے مغربی اشخاص اور مقاصد کی خدمتیں کر سکیں۔ ہم کو فلسفہ اور حکمت سکھایا گیا مگر وہی کہ جس سے ہم اپنے دماغ کو ضعیف کرتے ہیں۔ اپنے اسلاف کے خیالات پر حمق اور جہل کی آندھیاں بہائیں۔ ہم کو فوجی حرکات سکھائے گئے مگر اُسی قدر کہ ایک گورے افسر کے زیر دست رکرنگ ویو کر سکیں۔ ہم کو آزادی بتائی گئی مگر اُسی قدر کہ مذہب کو جنون اور قدمار کو پاگل سمجھیں۔ ہم کو تاریخ پڑھائی گئی مگر اُسیقدر کہ ہم اپنے پُرانے بادشاہوں اور راجاؤں کو عیش پسند" نامرد" جاہل" وحشی" غافل" جانیں۔

مصائب کا خاتمہ کیونکر ہو

اے حضرات جو کچھ عراق میں ہوا۔ سوریا میں کھلا استبول میں پھلا۔ حجاز میں پھولا۔ فرانس جرمن وغیرہ میں نمودار ہوا۔ ہماری غفلت۔ ہماری اعانت۔ ہماری بے وجہ وفاداری۔ ہماری خلاف حقیقت غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ ہندوستان میں بھی جو کچھ پیش آیا۔ خواہ وہ جلیانوالہ باغ میں تھا یا پنجاب کے دیگر علاقوں میں خواہ وہ کلکتہ کی سڑکوں اور مساجد میں ہوا ہو، یا دہلی اور بمبئی کے بازاروں پر وہ سب ہماری ہی کم توجہی کا ثمرہ ہے۔ ہم نے حکومت کو اس غرور پر پہنچایا ہے کہ وہ آج کسی آواز پر کان نہیں دہرتی۔ اور کبر وعظمت کے نشہ میں اس قدر چور چور ہے کہ اُسکو ہماری طرف منہ پھیرنا ذلت اور رسوائی معلوم ہوتا ہے۔ انگلینڈ کے

عوام اور پادریوں پر مذہبی جنون اسقدر غالب ہی کہ مسلمانوں کے لئے وہ صدائے قرآنی کا باقی رہنا اور کسی مسجد کا استنبول میں قایم رہنا بڑے سے بڑا جرم سمجھتے ہیں۔ انپر قومی تعصب کا رنگ اسقدر چڑھا ہوا ہے کہ وہ ہندوستان جوان کو مالی جانی ہر طرح کی مدد دیتے ہیں یال رہا ہی اسکو کتے سے بھی زیادہ بد تر سمجھتے ہیں اور انکی ہر طرح تذلیل و توہین کرتے ہیں۔ ہمارا ملک" ہمارا وطن" ہمارا مال" ہماری فوج" اور پھر ہمیں ذلیل و خوار، ضعیف و ناتواں۔ ہمارے ہی حقوق روزانہ سلب کئے جاویں۔ ہم ہی ہر طرح مجبور کئے جاویں۔ ہم پر ہی سخت سے سخت قانون نافذ کئے جائیں۔ پھر آخر اسکا علاج کیا ہے۔ اور آیندہ کے لئے صورت فلاح کیونکر ہو سکتی ہی غلامی کا طوق اور جی حضور کی بیڑیاں کس طرح سے نکل سکتی ہیں۔ ظالم کو حق کے سامنے کس طرح دوزانو بٹھا سکتے ہیں۔ اسپر غور کرنا اور اسپر عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر اس مرض کے علاج میں اب بھی سستی کیجاویگی تو رہی سہی رمق بھی جاتی رہیگی اور موت کے سوا کوئی راہ نہ ہمارے لئے ہی اور نہ ہماری آیندہ نسلوں کیلئے ہو سکتی ہی۔

ہم اس کلی کو فقط ایک فرد میں منحصر پاتے ہیں وہ یہ کہ حکومت مستقلہ حاصل کیجاوے جسکو سوراج سے بھی تعبیر کیا جاتا ہی اسکے ماسوا تجارت نے جملہ راستے بند کر دیئے۔ جبتک وہ نہ حاصل ہو ہمکو نہ اپنے آپکو اور نہ آیندہ نسلوں کو زندہ خیال کرنا اور نہ دوسری ایشیائی اور افریقی قوتوں کی محافظت کرنا ممکن سمجھنا چاہئیے

سوراج کے لئے ترک موالات ضروری ہے

گر ایسی بڑی اور متعصب حکومت کو جو گرچہ وہ زبان سے وعدہ آزادی کرتی رہی ہو مگر طرز عمل اور گذشتہ و مالیہ تجارت بالکل اوسکے غلط ہونے کے شاہد ہیں، سوائے ترک موالات اور قطع علائق تناصر و مشارکت کسی طرح

ہم مجبور نہیں کر سکتے۔ جسکی تعلیم شریعت نبویہ بھی علی اکمل الوجوہ فرما رہی ہے اسلام جسمیں سیاست شریعت میں داخل کر دی گئی ہے اسکو فرض اور ضروری کہہ رہا ہے۔ لہٰذا عالم اسلام پر یہ فریضہ شرعیہ ہی اوسیطرح ہو جیسے کہ فریضہ سیاسیہ تھا یہی وہ طریقہ ہی کہ نہایت امن اور شائستگی کے ساتھ آپ مقصد کو پہونچ سکیں گے۔ یہی وہ طرز عمل ہے کہ کمال صلح شوری کے ساتھ بغیر فتنہ و شورش آپ اپنے اور آئندہ نسلوں کے حقوق کو زندہ کر سکیں گے یہی وہ شاہراہ ہے کہ بلا جنگ وجدال آپ مغرور سروں اور متکبر قلبوں کے گھٹنوں کو حقانیت کی دیوی کے سامنے جھکا سکیں گے یہی وہ آفتاب ہے کہ بغیر لوٹ مار دار و گیر آپ اپنے ملک اور قوم کو روشن کر سکیں گے۔

ایک شبہ کا جواب

یہاں پر شرعی حیثیت سے یہ شبہ وارد کیا جاتا ہے کہ اگر ترک موالات فریضہ شرعیہ ہے تو جملہ کفار و فساق سے ہی اسکی کیا وجہ ہے کہ تفرقہ کیا جاوے، مزید براں اسکے خلاف پر بعض صحابہ اور زمانہ سعادت کے احوال سے جرح بھی کیجاتی ہے مگر یہ شبہ نہایت ضعیف ہے۔ کفار مختلف قسم پر منقسم ہیں۔ حربی محارب۔ حربی مسالم۔ حربی مستامن۔ ان سب قسموں کے احکام شرع نے ایک طرز کے نہیں فرمائے، محارب حربی وہ کافر ہیں کہ پیکار کر رہے ہوں یا بر سر پیکار رہوں ہر طرح اذیت و ضرر ان سے پہونچ رہا ہو۔ یا پہنچانے کے عازم ہوں۔ اسلام کے جانی دشمن ہونے کے قولی اور عملی شواہد موجود ہوں ان سے سخت سے سخت ضرر پہنچ جانے کا اندیشہ ہو یا پہونچ رہا ہو۔ ایسے کافروں سے جملہ تعلقات مودت اور مناصرت و مدارات وغیرہ سب کے سب حرام اور انکا قطع کرنا فرض ہے اور جو ایسے نہیں ہیں اونکے احکام میں خود نص قرآنی یعنی لا ینھکم اللہ الآیتہ اور الا الذین عاھدتم الآیتہ وغیرہ سے توسیع دیگئی ہے

ہندو بھی اگر حربی تسلیم کئے جاسکتے ہیں تو مسالم ہیں اور اُنکے اکثر احکام اہل ذمہ جیسے ہیں۔ لہذا ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں۔ علی ہذ القیاس یہاں پر ان نصوص سے بھی استدلال درست نہیں جنمیں غیر اہل عرب سے معاملات کا ذکر ہویا وہ معاملات از جنس تعلقات مودت ومناصرت نہ ہوں یا اُنکا قبل از آیات ترک موالات اور فرضیہ جہاد نزول ہوا ہو یا ایسے حربیوں سے تعلق رکھتا ہو جو دشمن اسلام اور دین سے بدظن اور اسکی اہانت کرنے والے نہ ہوں۔

اعتذار

چونکہ وقت بہت گذر گیا ہے اور عرض میں طول زیادہ ہوگیا لہذا میں آپ حضرات سے بصد التجا عرض کرتا ہوں کہ عملی میدان میں قدم رکھئے اور کوشش کا جامہ پہنئے۔ تجاویز ترک موالات کو عمل میں لائیے۔ خود کو زندہ کیجئے اور آئندہ نسلوں کو بھی زندہ بنائیے۔ خود بھی آزاد ہوجئے اور اپنے مشرقی دوسرے بھائیوں کو آزاد کرائیے۔ ایشیائی قومیں سب ایک ہیں ان کی پوری ہمدردی ضروری ہے۔ نہایت امن اور عافیت کے ساتھ قدم آگے رکھئے۔ سودیشی کی تجویز کو کامیاب فرمائیے (ریاں) سودیشی اور یہ کہ قوم کو اپنی سعی میں خاص ہستیوں پر موقوف نہ چاہیئے۔

حضرات میں لکچرار نہیں۔ واعظ نہیں۔ منشی نہیں۔ مقرر نہیں سیاسی نہیں۔ میری عرض میں جو کچھ غلطیاں واقع ہوئی ہوں خواہ وہ لفظی ہوں یا معنوی ان کو براہ کرم معاف فرمائیں اور اگر کوئی خطا میرے فہم وخیال میں آپ کو محسوس ہو تو اس سے آگاہ فرمائیے تاکہ میں سمجھکر اُس سے رجوع کروں۔

دعاء

اَب میں پھر آپ کو اتفاق اور اتحاد کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور شخصی اور نفسانی منازعات کے ترک اور چھوڑنے کی نصیحت کرتا ہوا رخصت ہوتا ہوں خداوند کریم ہم میں سچا اور خالص اتفاق پیدا کرے اور ہماری قوم اور وطن کو بصیرت والی آنکھیں دیتا ہوا آزاد کرائے۔ اے خدائے اکرم الاکرمین اسلام اور ہندوستان کا بول بالا کر ان میں اتفاق اور اتحاد عطا فرما۔ ہمارے وطن اور جملہ اسلام کو اغیار کے شکنجوں سے آزاد کر، اور وطن کے ہر ہر فرد میں پورا پورا احساس اور اخلاص عطا فرما۔ اے خدائے قدوس تو ہی کمزوروں کا مدد کرنے والا ہے۔ تو ہی اسرائیل کو فرعون کی غلامیوں سے چھڑانے والا ہے۔ تو ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی قوم کو نمرود کے پنجہ سے نکالنے والا ہے۔ تو ہی شداد بیداد اور جباروں کو ہلاک کر کے اپنے کمزور بندوں کو آزاد کرانے والا ہے، ہمارے مذہبی اور دینی بھائیوں کو فراعنہ اور متکبرین کے پنجوں سے چھڑا۔ اور حق اور انصاف سے روگردانی کرتے والے دشمنان اسلام اور اعداء مشرق کی گردنوں کو توڑ دے آمین۔ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ربنا انک رؤف الرحیم۔ ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔ آمین

تمام شد

تقاریر مولانا محمد علی صاحب حصہ اوّل

مولانا کی مشہور تقاریر امرتسر - دہلی - بمبئی - پیرس - لاہور - کلکتہ کی مشہور تقریروں کا مجموعہ ۸ر

تقاریر مولانا محمد علی صاحب حصہ دوم

الہ آباد - احمد آباد - لکھنؤ - کراچی وغیرہ کی تقریروں کا مجموعہ

۸ر

تقریر مدراس

مولانا کی مشہور تقریر مدراس معہ تشریح وگفتگوئے نامہ نگار اخبار انڈیپنڈنٹ ورائے مہاتما گاندھی ومولانا ابوالکلام صاحب

۳ر

جذبات جوہر

مولانا محمد علی صاحب کا کلام منظوم جس میں اپنے جذبات کا اظہار ہے ۰۲ر

سلسلہ مضامین حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد نمبر ۲

حصہ اوّل

امام الاحرار حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد مدظلہ العالی کی نایاب مضامین کا مجموعہ - فی جلد ۱۰ر

الحریت فی الاسلام

حریت اسلامی پر حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کی ایک معرکۃ الآرا تصنیف - ۱۲ر

اتحاد اسلامی

حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کی ایک معرکۃ الآرا تقریر جو چھٹی مرتبہ چھپی ہے - قیمت ۳ر

ہندوستان پر حملہ اور اقسام جہاد ۳ر

بائیکاٹ ۱۰

تقاریر مولانا ظفر علی خاں

فدائے ملت مولانا ظفر علی خاں صاحب کی تقاریر کا مجموعہ - قیمت ۸ر

مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ